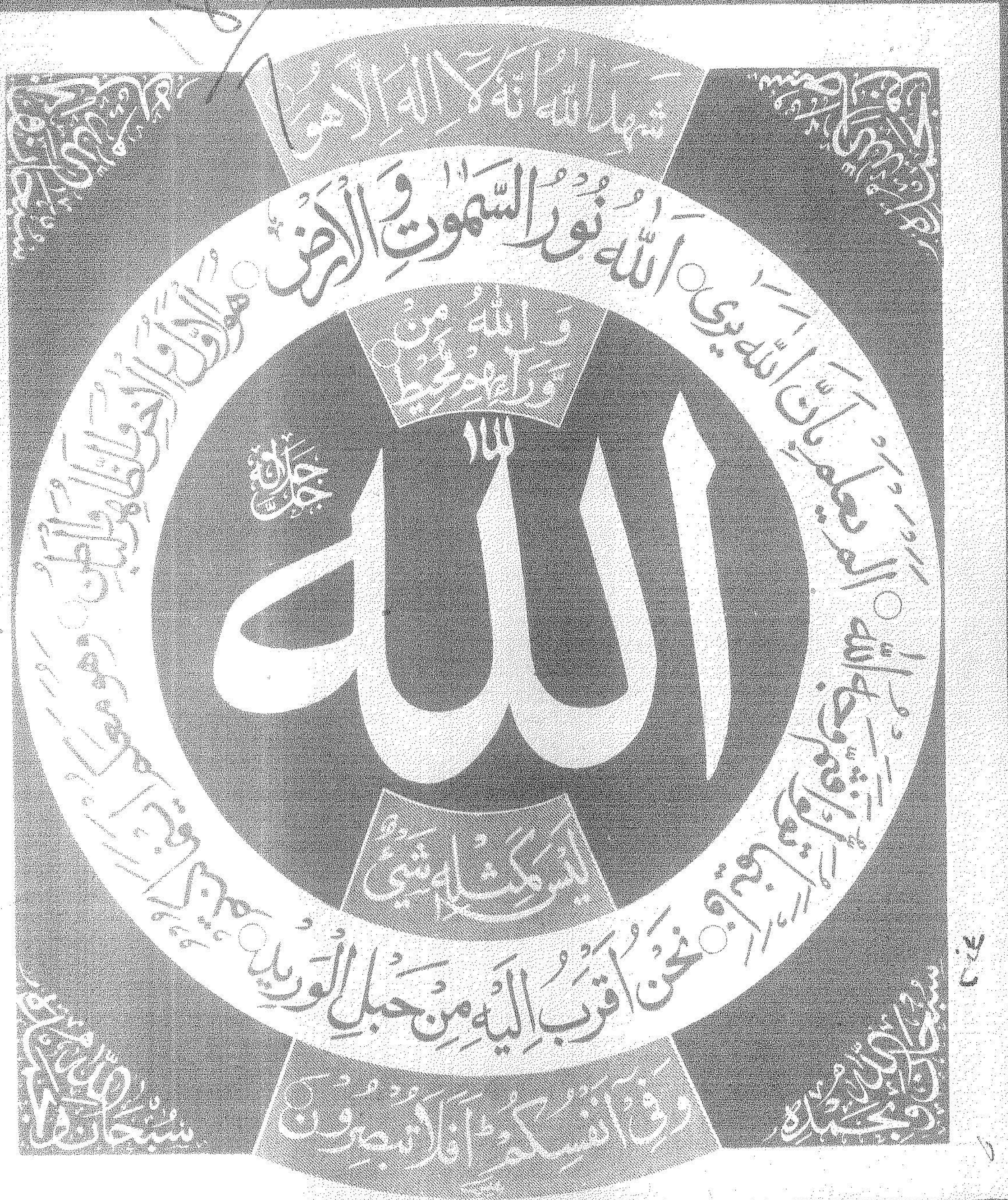
هفت روزہ

خدام الدین

لاہور پاکستان



مطبوعہ انجمن خدام الدین

شیرانوالہ دروازہ لاہور — فون نمبر: ۶۷۵۴۵

بانی

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ



رئیس الادارہ:

جانشین شیخ التفسیر

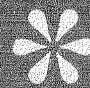
مولانا عبید اللہ انور

امیر انجمن خدام الدین لاہور



ایڈیٹر:

مجاہد الحسینی



بدل اشتراک

سالانہ — ۱۶ روپے

ششماہی — ۹ روپے

سہ ماہی — ۵ روپے

غیر ممالک

سعودی عرب:

سالانہ ہوائی جہاز — ۵۰ روپے

بحری جہاز — ۲۵ روپے

انگلینڈ:

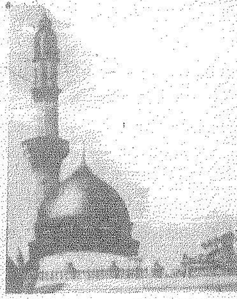
سالانہ ہوائی جہاز — ۶۸ روپے

بحری جہاز — ۳۶ روپے

فی شمارہ ۳۵ پیسے

۲۴ جمادی الاول ۱۳۹۲ ہجری — ۷ جولائی ۱۹۷۲ء

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم



اسمائے حسنیٰ

حقیقی معنیٰ میں اللہ پاک کا نام یعنی اسم ذاتی صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے "اللہ" البتہ اس کے صفاتی نام سینکڑوں ہیں۔ جو قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہوئے ہیں انہی کو اسمائے حسنیٰ کہا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں امام جعفر بن محمد صادقؒ اور سفیان بن عیینہؒ اور بعض دوسرے اکابر امت سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام تو صرف قرآن مجید ہی میں مذکور ہیں اور پھر انہی حضرات سے ان کی تفصیل اور تعیین بھی نقل کی ہے۔ اس کے بعد حافظ ممدوحؒ نے ان میں سے بعض اسماء کے متعلق یہ تبصرہ کرکے کہ یہ اپنی خاص شکل میں قرآن مجید میں مذکور نہیں بلکہ استخراج اور اشتقاق کے طور پر وضع کیے گئے ہیں ان کے بجائے دوسرے اسماء قرآن مجید ہی سے نکال کے بتایا ہے کہ ننانوے اسماء الٰہیہ قرآن مجید میں اپنی اصل شکل میں مذکور ہیں اور ان کی پوری فہرست دی ہے۔

ہمارے ہی زمانہ کے بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء کا تتبع احادیث سے کیا تو دو سو سے زائد ان کو ملے۔ یہ سارے صفاتی اسماء حسنیٰ اللہ تعالیٰ کے صفات کمال کے عنوانات اور اس کی معرفت کے دروازے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ایک بڑی جامع اور تفصیلی شکل یہ بھی ہے کہ بندہ عظمت اور محبت کے ساتھ ان اسماء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور ان کو اپنا وظیفہ بنائے۔

اس تمہید کے بعد اس سلسلہ کی چند احادیث ذیل میں پڑھیے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَۃً وَّ تِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَۃً اِلَّا وَاحِدًا مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔

(رواہ البخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے یعنی ایک کم سو نام ہیں جس نے ان کو محفوظ کیا اور ان کی نگہداشت کی وہ جنت میں جائے گا۔

تشریح صحیحین کی روایت میں صرف اتنا ہی ہے۔ ان ننانوے ناموں کی تفصیل اور تعیین اس روایت میں نہیں کی گئی عنقریب ہی انشاء اللہ جامع ترمذی کی اس روایت کا ذکر آئے گا جس میں حدیث اور علماء کا قریب قریب اس پر اتفاق ہے کہ اسماء الٰہیہ صرف ننانوے میں منحصر نہیں اور یہ ان کی پوری تعداد نہیں کیونکہ تتبع اور تلاش کے بعد احادیث میں اس سے بہت زیادہ تعداد مل جاتی ہے۔ اس لیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب اور مدعا صرف یہ ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کو یاد کرے گا اور ان کی نگہداشت کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ یعنی صرف ننانوے ناموں کا احصاء کرنے پر بندہ اس بشارت کا مستحق ہو جائے گا۔ حدیث پاک کے جملہ "مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ" کی تشریح میں علماء اور شارحین نے مختلف باتیں کی ہیں:

۱۔ ایک مطلب اس کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو بندہ ان اسماء الٰہیہ کے مطالب سمجھ کر اور ان کی معرفت حاصل کرکے اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر یقین کریگا جن کے یہ اسماء عنوانات ہیں وہ جنت میں جائے گا۔

۲۔ دوسرا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو بندہ ان اسماء حسنیٰ کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوگا وہ جنت میں جائے گا

۳۔ تیسرا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو بندہ ننانوے ناموں سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا اور ان کے ذریعہ اس سے دعا کرے گا وہ جنت میں جائیگا۔

امام بخاریؒ نے "مَنْ اَحْصَاھَا" کی تشریح "مَنْ حَفِظَھَا" سے کی ہے۔ ایک اس حدیث کی بعض روایات میں "مَنْ اَحْصَاھَا" کی جگہ "مَنْ حَفِظَھَا" کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ اس لیے اس تشریح کو ترجیح دی گئی ہے۔

اس بناء پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جو بندہ ایمان اور عقیدت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کے ننانوے نام محفوظ کرلے اور ان کے ذریعہ اس کو یاد کرے وہ جنت میں جائے گا۔ واللہ اعلم

چل رہا ہے کاروانِ زندگی

فیض لودھیانوی ۔۔۔ لاہور

یاد رکھ اے نغمہ خوانِ زندگی
عارضی ہے بوستانِ زندگی
اپنی ہستی پر کبھی نازاں نہ ہو
چند روزہ ہے جہانِ زندگی
ہم جدا ہونے کو ملتے ہیں یہاں
مختصر سا ہے زمانِ زندگی
کوئی آیا کوئی رخصت ہو گیا
سب کے سب ہیں میہمانِ زندگی
رونما شام و سحر ہے انقلاب
بیقراری میں ہے جانِ زندگی
ہر نفس دیتا ہے پیغامِ فنا
زندگی خود ہے زیانِ زندگی
زندہ دل مصروف رہتے ہیں سدا
کام ہے روح و روانِ زندگی
درد کی دولت ملے تو قدر کر
اس سے بڑھ جاتی ہے شانِ زندگی
ہر خوشی کی تہہ میں غم پوشیدہ ہے
ہے یہی شرحِ بیانِ زندگی
آ رہی ہیں منزلوں پہ منزلیں
چل رہا ہے کاروانِ زندگی
وائے حسرت داغِ فرقت دے گئے
کیسے کیسے مہربانِ زندگی
خاک کے انبار کو عبرت سے دیکھ
کتنا سادہ ہے نشانِ زندگی
زیرِ تربت آخری پرچے کے بعد
ختم ہوگا امتحانِ زندگی
فیض اسلامی تصور کے طفیل
موت پر بھی ہے گمانِ زندگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

۲۳ جمادی الاول ۱۳۹۳ھ
۷ جولائی سنہ ۱۹۷۳ عیسوی

جلد نمبر ۱۸ ، شمارہ نمبر ۷ ،



رئیس ادارہ
جانشین شیخ التفسیرؒ
حضرت مولانا
عبید اللہ انور
مدظلہ العالی

مدیر
مجاہد الحسینی

جھوٹے مدعیٔ نبوّت کا قتل

لوگ اپنے مذہبی جذبات و احساسات پر کس طرح قابو پائیں ؟

چند روز ہوئے پاکپتن ضلع ساہیوال سے اخبارات میں ایک خبر شائع ہوئی تھی ، کہ پاکپتن فاضلکا اسلامیہ ہائی سکول کے ایک ٹیچر ماسٹر عبدالقیوم نے امام مہدی ہونے اور اپنے اوپر وحی الٰہی کے نزول کے سلسلہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آمد کا دعوے کیا تھا۔

مبینہ طور سے ۱۴ر جون کے امروز لاہور میں شائع شدہ اس خبر کو پڑھ کر کثیر تعداد میں لوگ اس کی تصدیق کے لیے مدعی مذکور کے پاس آنے لگے۔ ان میں علاقہ بورے والا کے معروف دینی رہنما مولانا شیخ احمد مرحوم سابق مبلغ ختم نبوّت کے دو صاحبزادگان قاری مسعود احمد اور حافظ منصور احمد اور ان کے ایک ساتھی محمد رفیق بھی بورے والا سے آئے اور مدعی سے اس کے دعاوی کے متعلق معلومات حاصل کیں ۔ تو اس نے مبینہ دعاوی کا پھر اعلان کرتے ہوئے اپنے بارے میں امام مہدی اور مسیح علیہ السلام ہونے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھ پر امامت ختم ہو چکی ہے اور نبوّت پھر جاری ہوگی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر تشریف لائیں گے۔

ان مبینہ دعاوی کو حضور پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح عیسٰی علیہ السلام کی شانِ اقدس میں گستاخی پر محمول کرتے ہوئے مشتعل حملہ آوروں نے جھوٹے مدعیٔ نبوّت و امامت کو موقع پر ہلاک کر دیا۔

اخباری اطلاعات اور لوگوں کی زبانی جو معلومات فراہم ہو سکیں ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مبینہ حملہ آوروں نے اپنے مذہبی جذبات سے مغلوب ہو کر جھوٹے مدعیٔ نبوّت و امامت کو ختم کیا ہے۔ حملہ آور گرفتار کیے جا چکے ہیں اور عدالت ان کا فیصلہ کرے گی

پوری دنیائے اسلام میں حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا دعویٰ نبوت خلاف قانون ہے اور کسی جگہ بھی اس نوعیت کی گستاخانہ جسارت کا ارتکاب نہیں ہوتا ہے کہ جس طرح بلا جھجک ہمارے ہاں اس کا ارتکاب ہو رہا ہے قیام پاکستان سے قبل انگریزی دورِ اقتدار میں اس طرح کی گستاخانہ جسارت فرنگیوں کی شہ پر اور ان کی انگیخت سے ہوتی تھی۔ اسلامی غیرت و حمیت رکھنے والے فرزندانِ اسلام اسے ہرگز برداشت نہ کرتے تھے، ایک اسلامی مملکت معرضِ وجود میں آجانے کے بعد مسلمانوں کو یقین تھا کہ اس نازک مسئلہ کی عظمت و اہمیت کا ضرور خیال رکھا جائے گا۔ لیکن پورے ملک کے متفقہ مطالبہ کے باوجود اربابِ اقتدار ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اہل اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ دوسرے اسلامی ممالک کی طرح پاکستان میں بھی ہر قسم کے دعوئے نبوّت ، رسالت مسیحیت اور امامت وغیرہ کو خلاف قانون قرار دیا جائے تاکہ عامۃ المسلمین کے مذہبی جذبات مشتعل نہ ہوں اور اسلامی جوش سے مغلوب ہو کر قتل و غارت تک نوبت نہ آئے۔

اگر یہاں کے اربابِ اقتدار فرنگی سامراج کی کفش برداری کے بجائے اپنی اسلامی روایات کے علمبردار ہوتے تو یہاں پر نہ کسی کو دعویٔ نبوت و رسالت کی جسارت ہوتی اور نہ ایسے اقدامات کا ارتکاب ہوتا۔

یہاں پر اگر کوئی اربابِ اقتدار کی شان میں ادنیٰ گستاخی کرے تو اسے فوراً گرفتار کیا جاتا ہے ، فاتر العقل ہو تو پاگل خانے میں اس کا علاج کرایا جاتا ہے

ہمارے ملک میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں ملک گیر تحریک کو کچلا جا سکتا ہے جاں نثارانِ محمد عربی کے سینے گولیوں سے چھلنی کیے جا سکتے ہیں ، ہزاروں مسلمان ، جیل خانوں میں قید کیے جا سکتے ہیں ، مرکز اور صوبائی وزارتوں کی شکست و ریخت برداشت ہو سکتی ہے لیکن جھوٹے مدعیان نبوت پر کوئی پابندی عائد ہو سکتی ہے اور نہ ہی پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و ناموس کے تحفظ کے لیے کوئی ضابطۂ قانون و اخلاق وضع ہو سکتا ہے۔

جہاں یہ صورتِ حال موجود ہو وہاں لوگ اگر اپنے مذہبی جذبات و احساسات سے مغلوب ہو کر کوئی انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہو جائیں تو اس پر حیرت و استعجاب نہیں

سکون و راحت، دکھ اور مصیبت کی تمام حالتوں میں اللہ کی یاد ہونی چاہیے

۲۲ جون ۱۹۷۲ء

مجلس فکر میں

اللہ کی خوشنودی حاصل ہو جائے تو تمام مسائل حل ہونگے اور پریشانیاں ختم ہو جائیں گی

جانشین شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور کا خطاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون ۰ (البقرہ ع ۱۸)

پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو ناشکری نہ کرو۔

ہر طرح کی ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ کے دروازے پر جاؤ جب مطلب براری ہو جائے تو اس کا شکر بجا لاؤ۔ ذاتی مسئلہ ہو یا اجتماعی کسی مرحلہ پر اللہ سے غفلت نہ ہونے پائے کوئی باہمی معاملہ درپیش ہو یا آپس میں کوئی جھگڑا ہو جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات و ارشادات کے مطابق طے کیا جانا چاہیے۔ قرآن کریم نے تمام اہل ایمان کو حکم دیا ہے — فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر (پھر اگر آپس میں کسی چیز میں تمہارا جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹاؤ۔ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو)

آج بھی ہمیں اور ہمارے ملک کو جو مسائل اور مشکلات درپیش ہیں ان کا حل یہی ہے کہ ہم اللہ کو یاد کریں اور اس کے احکامات کے مطابق اپنے تمام امور انجام دیں۔ ہر حال میں اللہ کی یاد ہونی چاہیے۔ روٹھے ہوئے رب کو منانا اصل کام ہے۔ اللہ کی خوشنودی حاصل ہو جائے تو تمام مسائل حل ہو جائیں گے اور تمام پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔

ہم اپنے اسلاف اور بزرگوں کے طریق کے مطابق انفرادی طور پر جہری اور سری دونوں ذکر کرتے ہیں۔ لیکن ہفتہ میں ایک بار اکٹھے ہو کر اجتماعی طور پر بھی خدائے قدوس کی رحمت کے طلبگار ہوتے ہیں۔

اسلام نے اپنے پیروؤں کو اجتماعیت اور باہمی الفت و محبت کا سبق دیا ہے۔ اس لیے ہمیں اللہ رب العزت کی یاد اور اس کی رحمتوں اور برکات کے سوال کے لیے بھی ایک جگہ جمع ہونا چاہیے۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں سب سے بڑا روحانی انقلاب اخلاقی انقلاب برپا کیا۔ اسلام کا فیض چودہ سو برس سے جاری ہے۔ ایمان و یقین اور جذبۂ ایثار کے جس راستے پر چلنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور خوشنودی اس کے بندوں کو حاصل ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت اس راستہ پر چلنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے شیطان اور نفس انسان کو تباہی کی طرف بلاتے ہیں۔ ان سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے جو قرآن نے ہمیں واضح طور پر بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترتیب

عبدالرشید انصاری

ایڈوکیٹ

فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون۔

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آنکھ بند ہوئی تو دنیا کی تمام تکالیف اور بیماریاں ختم ہو گئیں۔ پھر سارا معاملہ روح کا ہے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے:

طالب الدنیا مؤنث طالب العقبیٰ مخنث طالب المولیٰ مذکر۔

اللہ کی خوشنودی کے سوا کوئی چیز کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اللہ کی رضا ہی سب سے بڑا انعام و اکرام ہے۔ ہمارا ہر فعل خدائے ذوالجلال کی رضا جوئی کے لیے ہونا چاہیے۔

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین ۰

آپ کہیے کہ بلاشبہ میری نماز اور میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ (کی خوشنودی) کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

اس لیے پروردگار عالم نے ہمیں جو نعمتیں دی ہیں اور جو صلاحیتیں بخشی ہیں، انہیں راہ حق میں صرف کیے بغیر کبھی نیکی کے درجۂ کمال کو نہیں پہنچ سکتے۔ ہماری دولت اور عزت، جان اور اولاد، علم اور کاروبار غرضیکہ ہر شے جو ہمیں محبوب سے محبوب تر ہے اسے اعلاء کلمۃ الحق اور رضائے الٰہی کے لیے صرف کرنے اور قربانی دینے کا جذبہ موجزن ہونا چاہیے۔ راہ حق میں پریشانیوں اور تکالیف کا پیش آنا کوئی حیران کن یا اچنبھے کی بات نہیں ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر۔

دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت کدہ ہے۔

اس لیے ہر مصیبت، ہر دکھ اور آرام راحت کی تمام حالتوں میں اللہ کا ذکر ہونا چاہیے۔ غلطی کا بدلہ ملنا قانونی مکافات ہے جو ہم نیکی کریں گے، بھلائی کا عمل سرانجام دیں گے وہ ہمارے کام آئے گا۔

اللہ رب العزت ہمیں ایمان و یقین سے نوازیں اور اسلامی تعلیمات کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا

★ اس دشمن کا دفعیہ سخت مشکل ہے جو اطاعت کی راہ سے آئے۔

★ خدا کے دشمنوں سے الفت کرنا خدا تعالیٰ کے ساتھ دشمنی ہے۔

★ ناقص پیشوا آخرت کی کھیتی کا ناقص تخم ہے

★ دنیادار اور دولت مند بڑی بلا میں گرفتار ہیں کہ دنیا کی عارضی مسرت کو دیکھتے ہیں اور دائمی مضرت ان سے پوشیدہ ہے۔

خطبہ جمعہ

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت

از جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد — فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥

(سورہ آل عمران - آیت ۱۰۴)

ترجمہ: اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور بُرے کاموں سے روکتی رہے اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔"

امت مسلمہ کو اس آیت کریمہ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ان کی ایک جماعت ہمیشہ اس کام کو انجام دے۔ دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ یہ تین اس کام کے شعبے ہیں اور کسی مذہب کی بقاء کے لیے یہ تینوں باتیں اشد ضروری ہیں۔ کیونکہ جب تک کسی مذہب یا نظام کی طرف دوسرے لوگوں کو دعوت نہ دی جائے اور اسے قبول کرنے والے اپنے آپ تک محدود رکھیں تو پھر یہ نظام یا مذہب چند دن کا مہمان ہوگا۔ جوں ہی یہ لوگ ختم ہوں گے یا ان میں کمزوری آجائے گی یہ نظام مٹنا شروع ہو جائے گا۔ اور آگے تحریک و دعوت نہ ہونے کی وجہ سے بالآخر اس کا نام و نشان تک باقی نہ رہے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ جس مذہب کو قبول کیا جائے، جو عقائد اپنائے جائیں، جس نظریۂ حیات کو پسند کیا جائے۔ اس کی طرف عام لوگوں کو دی جائے۔ انہیں اس کی خوبیاں اور فوائد بتائے جائیں۔ اور اسے اختیار کرنے پر آمادہ کیا جائے۔

نیز اس مذہب کی رُو سے جو چیزیں اچھی ہیں اور انہیں انجام دینے کا حکم ہے۔ ان کے بارے میں دوسرے لوگوں کو آگاہ کرنے کے بعد انہیں اس کا حکم دیا جائے۔ اور اس بات کا پابند کیا جائے تاکہ وہ بھلائی اور نیکی روئے زمین پر پھیلے اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے نفع اٹھائیں۔

اور اسی طرح جو چیزیں اس مذہب کی تعلیم کی رُو سے بُری ہیں اور ان سے بچنے اور پرہیز کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ان سے لوگوں کو منع کیا جائے ان کے مضرات لوگوں کو بتائے جائیں اور پھر انہیں سختی سے روکا جائے تاکہ برائی دنیا سے ختم ہو اور نیکی کا دور دورہ ہو۔ پس اسلام کے ماننے والوں کو بھی ان تینوں کا پابند کیا گیا ہے کیونکہ اب اس عالم کائنات کے لیے یہی ایک مذہب اور دین دنیوی اور اخروی نجات کا ذریعہ ہے۔ اسی سے اس کائنات کے نظام کی اصلاح و ترتیب ممکن ہے اور اب اس کے علاوہ کوئی مذہب یا نظریۂ حیات اس کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ چنانچہ بارگاہ الٰہی سے اس امر کا واضح طور پر اعلان کر دیا گیا ہے۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

بے شک دین اللہ کے ہاں صرف اسلام ہی ہے۔

اور جو شخص اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب کو اختیار کرے گا۔ وہ اس عالم کی نہ تو اصلاح کر سکے گا اور نہ ہی آخرت میں اسے کامیابی و کامرانی نصیب ہوگی کیونکہ سرورِ کائنات خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دربارِ الٰہی سے وہ آخری ضابطۂ حیات لائے ہیں جو نہ ترمیم کا متحمل ہے اور نہ اس کی تنسیخ ہو سکتی ہے اور نہ ہی آپ کی تفسیر و تشریح کے علاوہ کوئی اس کی تشریح کا مجاز ہے۔ جو آپؐ کے صحابہ کرامؓ اور ان کے شاگردوں کے توسط سے اب تک جاری ہے۔ پس اس مذہب کے قبول کرنے والوں کو بارگاہ الٰہی سے یہ حکم ملا کہ اس کی دعوت گھر گھر تک پہنچاتا۔ اس کی رُو سے جو بھلائی ہے اس کا حکم دینا اور جو برائی ہے اس سے روکنا یہ تمہارا فریضہ ہے۔ اور جو لوگ اس فریضہ کو بجا لائیں گے وہی اسی سند کے مستحق ہوں گے۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ - اور یہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا صرف حکم ہی نہیں بلکہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند ہیں کہ جہاں اس امت کی فضیلت کا ذکر کیا گیا ان صفات کو امتیازی حیثیت دے کر بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ (آل عمران آیت ۱۱۰)

ترجمہ: تم سب امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لیے بھیجی گئیں۔ اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

تو یہ صفات اس امت کا نشانِ امتیاز ہیں۔ کیونکہ پہلی امتیں مثلاً یہود و نصاریٰ یا تو اس فریضہ کو سرے سے انجام ہی نہ دیتی تھیں یا اس میں بہت زیادہ کوتاہی اور غفلت سے کام لیتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ تورات و انجیل کی تعلیم جو آسمانی تھی اور ڈھونڈے سے کہیں نہ ملتی تھی ان میں سے جو لوگ کبھی کبھار اس حکم پر عمل کرتے بھی تو پھر اُسے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچاتے تھے۔

عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اول ما دخل النقص علیٰ بنی اسرائیل کان الرجل فیقول یا ھٰذا اتق اللہ ودع ما تصنع فانہ لا یحل لک ثم یلقاہ من الغد فلا یمنعہ ذٰلک ان یکون اکیلہ وشریبہ وقعیدہ فلما فعلوا ذٰلک ضرب اللہ قلوب بعضھم علیٰ بعض ثم قال لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علیٰ لسان داؤد وعیسیٰ ابن مریم الیٰ قولہ فاسقون۔ (رواہ ابوداؤد شریف)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک پہلا نقص جو بنی اسرائیل میں آیا یہ تھا کہ ان میں سے ایک آدمی دوسرے سے ملتا اور اسے کہتا کہ اے فلاں! اللہ سے ڈرو اور اس برائی کو ترک کر دے۔ کیونکہ یہ تیرے لیے جائز نہیں۔ لیکن جب اسے اگلے دن ملتا تو اسے اس کی برائی اس بات سے نہ روکتی کہ وہ اس کا ہم نوالہ ہم پیالہ اور ہم مجلس ہو۔ پھر سب یہودی ایسا کرنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کر دیے ان میں سے بعض کے دل بعض کی طرز پر یعنی ایک جیسے پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی لعن الذین کفروا۔ الآیہ۔

اس حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ یہودی جو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے پابند تھے اس قدر غافل ہو گئے کہ اگر کسی دن کسی شخص کو برائی سے منع کرتے بھی تو دوسرے دن باوجود اس برائی کے وہ ان کا ہم نوالہ و ہم پیالہ ہوتا یعنی ان کے دل میں یہ بات نہ آتی تھی کہ یہ برائی سے باز نہیں آیا اس کی مجلس و دوستی سے اجتناب کرنا چاہیے چنانچہ جب یہ کیفیت ان میں عام ہو گئی۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا ان پر مسلط ہوئی کہ سب برائی میں رنگے گئے اور نیکی کا احساس تک ان کے دلوں سے نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے محفوظ فرمائیں۔ آمین۔

شانِ اصحابِ رسولؐ

پروفیسر حافظ عبدالمجید چکوال

حضرت عثمان ذوالنورینؓ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات کی روشنی میں!

اہل السنت والجماعت کا یہ مسلک ہے کہ امتِ محمدیہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں، ان کے بعد حضرت عمرؓ، ان کے بعد حضرت عثمانؓ، ان کے بعد حضرت علیؓ۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی افضلیت کے متعلق حضرت مجددؒ کے ارشادات نقل کیے جا چکے ہیں اس مضمون میں حضرت عثمانؓ کی افضلیت کے متعلق حضرت مجددؒ کے ارشادات پیش کیے جاتے ہیں:

افضلیتِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

خلفائے ثلاثہ کے متعلق تین قسم کے لوگ گمراہ ہوتے ہیں۔ بعض لوگ تو وہ ہیں جو ان کو مومن ہی تسلیم نہیں کر سکتے چہ جائیکہ خلیفۂ راشد۔ ان کے نزدیک خلافت میں بھی حضرت علیؓ کا پہلا نمبر ہے اور درجہ و مقام میں بھی وہ سب سے افضل ہیں۔ بعض وہ لوگ ہیں جو خلفائے ثلاثہ کو مومن بھی سمجھتے ہیں اور خلیفۂ برحق بھی لیکن حضرت علیؓ کو سب سے افضل سمجھتے ہیں اور بعض وہ لوگ ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ چاروں خلفائے راشدین ہم مرتبہ ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے افضل نہیں۔ بلکہ ان کے نزدیک یہ افضلیت والی بات ہی فضول ہے۔ ؎

"ہم مرتبہ ہیں یاران نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں"

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ان تینوں نظریات کی پرزور تردید کی ہے۔ آپ کے نزدیک جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ چاروں خلفائے راشدین ہم مرتبہ ہیں وہ احمق ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں:-

> "اور جو شخص سب کو برابر جانے اور ان کی باہمی فضیلت اور فرقِ مراتب کو فضول سمجھے وہ خود احمق اور بوالفضول ہے اور عجیب احمق ہے کہ تمام اہل حق کے اجماعی مسئلہ کو فضول کہتا ہے۔" (دفتر اول مکتوب ۲۶۶)

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے حضرت علیؓ کی افضلیت کے نظریہ کی شد و مد سے مخالفت کی ہے اور جیسا کہ اس سے پہلے تفصیل سے لکھا جا چکا ہے آپ کے نزدیک اس امت میں حضرت ابوبکرؓ سب سے افضل ہے۔ آپ کے نزدیک خلفائے اربعہ کی افضلیت خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:-

> "خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امام برحق اور خلیفہ مطلق حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورینؓ ان کے بعد حضرت علیؓ۔ اور ان حضرات کی افضلیت خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے (دفتر دوم مکتوب ۶۷)

حضرت مجددؒ نے روایات سے یہ ثابت کیا ہے کہ عہد نبوی میں بھی خلفائے اربعہ کی افضلیت اسی ترتیب سے سمجھی جاتی تھی۔ آپ نے اپنے ایک مکتوب میں دو ایسی روایات بیان فرمائی ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی حضرت ابوبکرؓ کو سب سے افضل سمجھا جاتا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ کو اور پھر حضرت عثمانؓ کو۔ وہ روایات اس طرح ہیں:-

"عن ابن عمر قال کنا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نعدل بابی بکرؓ احدا ثم عمرؓ ثم عثمانؓ ثم نترک اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینھم۔ وفی روایۃ لابی داؤد قال کنا نقول ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیٌ — افضل امۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ ابوبکرؓ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ (حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم عہد نبوی میں ابوبکرؓ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے پھر عمرؓ کو پھر عثمانؓ کو۔ ان کے بعد تمام صحابہؓ کو چھوڑ دیتے تھے اور ان میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے اور ابوداؤد کی روایت میں اس طرح ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان زندہ تھے تو ہم کہا کرتے تھے کہ اس امت میں افضل ترین ابوبکرؓ ہیں، پھر عمرؓ، پھر عثمانؓ۔ (دفتر اول مکتوب ۲۵۱)

بعض حضرات ایسے ہیں کہ جو خلفائے اربعہ کو برحق بھی مانتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کی افضلیت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن حضرت عمرؓ کے بعد حضرت علیؓ کو افضل سمجھتے ہیں اور حضرت عثمانؓ کی افضلیت کے قائل نہیں۔ بعض لوگ امام مالکؒ کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کا بھی یہی نظریہ تھا کہ وہ حضرت عثمانؓ کی افضلیت کے قائل نہ تھے لیکن حضرت مجددؒ قاضی عیاض مالکی اور علامہ قرطبی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ نے بعد میں رجوع فرما لیا تھا اور افضلیت عثمانؓ کے قائل ہو گئے تھے۔ چنانچہ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں:

> "اکثر علمائے اہل السنت اس مسلک پر ہیں کہ حضرات شیخین کے بعد افضل ترین امت حضرت عثمانؓ ہیں اور ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰؓ اور آئمہ اربعہ کا مذہب یہی ہے۔ بعض لوگوں نے جو امام مالکؒ سے افضلیت عثمانؓ کے بارے میں توقف نقل کیا ہے۔ اس کے متعلق قاضی عیاضؒ کا بیان ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے اس سے رجوع فرما لیا اور افضلیت عثمانؓ کے قائل ہو گئے تھے اور علامہ قرطبیؒ نے بھی اس کی تصدیق اور تصحیح کی ہے (دفتر اول مکتوب ۲۶۶)

نیز علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں حضرت امام مالکؒ کا ایک قول نقل کیا ہے۔ جس میں وہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی باہمی فضیلت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:-

> لا اجعل من خاض فی دماء المسلمین کمن لم یخض فیھا۔ یعنی میں اس شخص کو جس نے مسلمانوں کا خون بہایا اس سے افضل نہیں سمجھ سکتا جس نے مسلمانوں کا خون نہیں بہایا۔

اس ارشاد سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام مالکؒ حضرت عثمانؓ کی افضلیت کے قائل تھے۔

بعض حضرات شیخینؓ کی افضلیت کے تو قائل ہیں لیکن حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کو برابر سمجھتے ہیں اور کسی کو بھی دوسرے پر فضیلت دینے کے حامی نہیں۔ یہ لوگ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ایک قول کو سند بناتے ہیں۔ اس قول کو حضرت مجدد نے اس

(باقی ۱۷ پر)

دورِ حاضر کے سیاسی اور اقتصادی مسائل

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا سید محمد میاں دامت برکاتہم

مالی نظام کے اسلامی اصول اور بنیادی نظریے

قرآن پاک اور سیرتِ مقدسہ کا مطالعہ کرنے والا حیران رہ جاتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ وہ سورتیں اور آیتیں جو نبوت کے ابتدائی دور میں نازل ہوئیں، جن سے دعوتِ اسلام کا آغاز ہوا، ان میں جس طرح توحید، خدا پرستی اور نماز کی ہدایت و تلقین کی گئی ہے۔ اور شرک سے نفرت دلائی گئی ہے۔ اسی طرح قوت و شدت کے ساتھ ان میں دولت صرف کرنے کا حکم ہے۔ طغیان انگیز سرمایہ داری اور بحران پیدا کرنے والی دولت مندی سے نفرت دلائی گئی ہے۔ اور ایسے صرف و خرچ سے ممانعت کی گئی ہے۔ جس کا مقصد استحصال ہو۔ مثلاً:

(۱) سورہ مزمل نبوت کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ اس کا پہلا حصہ پہلے سال نازل ہوا، جس میں شب بیداری کی تلقین اور فرعونیت سے (جس کے تحت میں ملوکیت بھی آ جاتی ہے) مقابلہ کرنے کی ہدایت ہے۔

دوسرا حصہ جو ایک سال بعد نازل ہوا۔ جو ان احکام پر ختم ہوتا ہے۔

نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دیتے رہو۔ (سورہ مزمل کی آخری آیت) اس آیت میں خدا پرستی سے متعلق صرف ایک حکم ہے"، نماز قائم کرو۔ لیکن دولت سے متعلق دو حکم ہیں، "زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرضِ حسن دیتے رہو"۔ (سورۃ ۷۳، آیت ۲۰)

۲۔ اس سے پہلے سورہ علق (اقرا) نازل ہوئی تھی، جس کی ابتدائی آیتوں سے وحی کا آغاز ہوا ہے اور یہی لمحہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت عطا ہوا تھا۔ اس سورت کا دوسرا حصہ کچھ عرصہ بعد نازل ہوا۔ دوسرے حصہ کا پہلا فقرہ یہ ہے: انّ الانسان لیطغیٰ (الآیۃ)

سچ مچ یہ حقیقت ہے کہ انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ (حد سے نکل جاتا ہے) اس پر کہ دیکھتا ہے۔ کہ وہ مستغنی (صاحبِ دولت) ہو گیا ہے۔ (سورہ ۹۶ آیات ۶، ۷، ۸)

۳۔ سورہ مدثر سب سے پہلی سورت ہے جس میں آپ کو دعوت و تبلیغ کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس کے پہلے فقرے میں جس طرح یہ حکم ہے۔ "وربّک فکبّر" اسی طرح یہ حکم ہے۔ "و لا تمنن تستکثر"۔ کسی پر اس غرض سے احسان نہ کرو کہ اس سے زیادہ حاصل کرنا مقصود ہو۔

(کسی کو اس غرض سے نہ دو کہ زیادہ معاوضہ چاہو (بیان القرآن) سورۃ: ۷۴ آیات: ۳، ۶)

سورۃ مزمل کی وہ آیت جس کا ترجمہ نمبرا میں پیش کیا گیا۔ اس میں دولت کے متعلق دو لفظ ہیں: زکوٰۃ اور قرض۔

زکوٰۃ ایک مخصوص مقدار ہے۔ جو عموماً سرمایہ کا چالیسواں حصہ ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی ختم سال پر لازم ہوتی ہے۔ جب سرمایہ کی ایک خاص مقدار مثلاً:

۵۴ تولہ چاندی کسی مسلمان کے پاس اس کی ضروریات سے فاضل سال بھر رہی ہو۔ تب اس پر فرض ہوتا ہے۔ کہ اس کا چالیسواں حصہ (تقریباً ایک تولہ ساڑھے تین ماشے) ادا کرے۔

۴۔ مکی سورتوں میں سورہ بلد بھی ہے اس کی چند آیتوں کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

"کیا (انسان) خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں"؟

"کیا نہیں دیں ہم نے اس کو دو آنکھیں کیا نہیں دی ہم نے اس کو زبان۔ کیا نہیں دیئے ہم نے اس کو دو ہونٹ جن کے ذریعے گفتگو اور تقریر و خطابت کا وہ شرف اس کو حاصل ہے جو کسی مخلوق کو حاصل نہیں ہے۔

اور کیا نہیں بتا دیئے۔ ہم نے اس کو (خیر و شر، کامیابی و ناکامی کے) دونوں راستے۔ پس اس نے گھاٹی کا دشوار گذار راستہ کیوں نہیں طے کیا۔

آپ کو معلوم ہے گھاٹی کیا ہے؟ جس سے گذرنا مشکل ہوتا ہے۔ گھاٹی یہ ہے۔ کوئی گردن چھڑانا (غلام خرید کر آزاد کرنا یا مقروض کا قرض ادا کر دینا) یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں کسی رشتے دار یتیم کو یا کسی مٹی میں ملنے والے (فرش زمین پر بسر کرنے والے) ضرورت مند کو"۔ (سورۃ ۹۰ آیات ۸ تا ۱۶)

یعنی صرف اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دیکھنے والا اور بولنے والا بنایا ہے۔ اس پر لازم ہے۔ کہ اس انعام کے شکر میں وہ ہر ضرورت مند کی امداد کرے۔ وہ اس کا عزیز قریب ہو یا اجنبی۔

۵۔ سورۃ الھمزہ بھی مکہ معظمہ کے اسی دور میں نازل ہوئی۔ یہ پوری سورۃ سرمایہ داری کے خلاف اس شدت سے گرج رہی ہے۔ کہ انقلاب پسندوں کے تمام لٹریچر میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

تباہی اور بربادی ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو (اپنی دولت اور سرمایہ کے زعم میں دوسروں کو) طعنہ دیتا ہے۔ ان میں عیب نکالتا ہے۔ جس نے سمیٹا مال اور گن گن کر رکھا۔ خیال کر رہا ہے۔ کہ اس کا مال سدا رہے گا۔ اس کے پاس۔ ہرگز نہیں۔ یقین رکھو۔ ایسی آگ میں ڈالا جائیگا کہ اس میں جو کچھ پڑے۔ وہ اس کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے۔ آپ کو کچھ معلوم ہے وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے۔ وہ اللہ کی آگ ہے جو سلگائی گئی ہے۔ جو دلوں تک پہنچے گی۔ اور ان پر پابندی کر دی جائے گی۔ لمبے لمبے ستونوں میں (سورۃ الھمزہ ۱۰۴)

سورہ مزمل کی آیت جس کا ترجمہ ۱ میں پیش کیا گیا ہے۔ اس میں صرف دولت کے متعلق دو لفظ ہیں

زکوٰۃ، قرض

زکوٰۃ ایک مخصوص مقدار ہے۔ جس کی ادائیگی ختم سال پر عائد ہوتی ہے۔ جب سرمایہ کی ایک خاص مقدار۔ مثلاً، چوّن تولہ چاندی جو ضروریات سے فاضل ہو۔ کسی مسلمان کے پاس سال بھر رہی ہو" تو اس پر فرض ہو گا۔ کہ اس چاندی کا چالیسواں حصہ (تقریباً ایک تولہ ساڑھے تین ماشے) اس ضرورت مند کو ادا کرے جو مصرف زکوٰۃ ہونے کی شرطیں پوری کرتا ہو۔ یعنی خود صاحب نصاب نہ ہو۔ ایسا رشتہ دار نہ ہو جس کا نفقہ لازم ہوتا ہے۔ غیر مسلم نہ ہو۔ سیّد نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ مگر یہ تفصیل تقریباً پندرہ سال بعد بتائی گئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ چکے

تھے ۔ اور یہاں بھی دو سال تک جب تک یہ تفصیل نہیں بتائی گئی تھی ۔ اس وقت تک زکوٰۃ اور قرض میں صرف اتنا ہی فرق ہو سکتا تھا کہ زکوٰۃ میں یہ ضروری تھا کہ کسی ضرورت مند کو بلا معاوضہ (بطور ہبہ) کے مالک بنایا جائے ۔ اور قرض میں یہ شرط نہیں تھی ۔ مثلاً آزاد کرنے کے لئے غلام خریدا گیا تو اس کی قیمت میں زکوٰۃ کی رقم نہیں دی جا سکتی تھی ۔ کیونکہ یہاں اگرچہ تملیک ہوتی تھی کہ بائع کو رقم کا مالک بنا دیا جاتا تھا ۔ مگر یہ تملیک بلا معاوضہ نہیں ہوتی تھی ۔ یا مثلاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں ایک کنواں (جو ایک یہودی کی ذاتی جائداد میں تھا) خرید کر وقف کر دیا تو اگرچہ اس سے مسلمانوں کی ایک بنیادی ضرورت پوری ہو گئی کہ یہودی بغیر معاوضہ لئے پانی بھرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا اور اب یہ کنواں وقفِ عام ہو گیا ۔ تو ہر شخص بلا روک ٹوک اور بلا معاوضہ جتنی ضرورت ہوتی پانی لینے کی عام اجازت ہو گئی تھی مگر چونکہ کسی مسلمان کو اس کا مالک بنانا مقصود نہیں تھا، لہذا اس میں زکواۃ کی رقم صرف نہیں کی جا سکتی تھی ۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضؓ نے زکوٰۃ کے علاوہ اپنے پاس سے رقم خرچ کی جو قرض بنامِ خدا ہوئی ۔

پس نزولِ آیت کے وقت کا لحاظ کرتے ہوئے آیت کا مفاد وہ ہوا جو قرآن شریف میں دوسرے موقع پر ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے :

یسئلونک تا العفو (سورۃ بقرہ، آیت : ۲۱۸)

ا۔ آپ سے دریافت کرتے ہیں کیا خرچ کریں ؟ آپ فرما دیں جو کچھ فاضل ہو وہ خرچ کر دو ۔

پوچھتے ہیں تجھ سے کیا خرچ کریں، جو افزود ہو۔ (شاہ عبدالقادر صاحب)

سورۃ بقر کی یہ آیت اگرچہ بعد میں نازل ہوئی ۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضؓ کی مکی زندگی کی کھلی ہوئی شہادت یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں برابر عمل وہی رہا ہے ۔ جو مفہوم آیت ہے ۔

بعض حضرات مفسرین کی رائے یہ ہے کہ سورۃ مزمل کی یہ آیت جس میں ادائے زکوٰۃ کا حکم ہے ۔ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ۔ مگر یہ غیر ضروری تکلف ہے ۔ تحقیق یہی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے بموجب یہ آیت مکہ معظمہ ہی میں نازل ہوئی ۔ مدینہ طیبہ میں زکوٰۃ کے متعلق مذکورہ بالا تفسیر بتائی گئی (فیض الباری)

پوری سورت کا سلسلۂ کلام (سیاق) بھی یہی واضح کرتا ہے ۔ کیونکہ سورۃ کی پہلی آیتوں میں جو شب بیداری کا حکم دیا گیا تھا ۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء کرام نے (جو اس وقت شرف رفاقت حاصل کر چکے تھے) اس حکم پر اس طرح عمل کیا کہ کم از کم ایک تہائی ورنہ نصف شب یا دو تہائی رات یاد خدا میں کھڑے ہو کر گزاری ۔ جس سے پیروں پر ورم آ گیا ۔ اور سال بھر یہ مجاہدہ کرتے رہے ۔ تب اس سورت کا دوسرا حصہ نازل ہوا ۔ جس میں قیام شب کے حکم میں تخفیف کی گئی اور حکم ہوا ۔ کہ سہولت کے بموجب قرآن پڑھو اور تخفیف کی وجہ ایسے انداز سے بیان کی گئی کہ مستقبل کا پورا نقشہ سامنے آ گیا بیماری کے عوارض بھی پیش آئیں گے قومی اور معاشی ضرورتوں کے لئے سفر بھی کرنے ہوں گے راہ خدا میں جہاد بھی کرنا ہوگا ۔

اسی آیت کا آخری حصہ یہ ہے کہ جس میں نماز، ادائے زکوٰۃ اور قرض فی سبیل اللہ کا ذکر ہے

پس جس طرح اس توجیہ میں ایک خانہ قتال اور جہاد کا بھی ہے، جس کی تفصیل دس بارہ سال بعد سامنے آئی ۔ ایسے ہی زکوٰۃ کا خانہ بھی ہے، جس کا تصور اب دلایا گیا ہے اور تفصیلات بعد میں نازل ہوئیں لہذا یہ بات کہ اس وقت یہ آیت نازل نہیں ہوئی چودہ پندرہ سال بعد مدینہ میں نازل ہوئی تکلف بارد ہے اتفاق سے یہ پورا رکوع ایک آیت ہے اس لئے بھی یہ تجزیہ مناسب نہیں ہے کہ کچھ کو مکی مانا جائے اور کچھ کو مدنی ۔

(۶) اسی دور کا واقعہ ہے جس کی شہادت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ دیا کرتے تھے کہ ایک روز حرم کعبہ میں دیکھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کعبہ کے سائے میں تشریف فرما ہیں ان کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا : هُمُ الْأَخْسَرُونَ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رب کعبہ کی قسم قیامت کے روز یہی لوگ سب سے زیادہ خسارہ میں رہیں گے ۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : "میں نے یہ ارشاد سنا تو لرز گیا ۔ مجھے خوف ہوا کہ شاید میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ۔ میں نے عرض کیا، آپ پر میرے ماں باپ قربان، کن کے متعلق یہ ارشاد ہو رہا ہے ؟ فرمایا : وہی جن کے پاس دولت زیادہ ہے پھر ہاتھ پھیلا کر دائیں بائیں ہاتھ بڑھاتے ہوئے فرمایا : اس خسارہ سے صرف وہ مستثنیٰ ہو سکتے ہیں جو اس طرح (دونوں ہاتھ بڑھا کر) اپنے سامنے دیتے ہیں ۔ دائیں دیتے رہیں، بائیں دیتے رہیں (ترمذی شریف)

(۷) سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمیں صدقہ (کسی ضرورت میں چندہ کے لئے) فرمایا کرتے تو ہم بازار جا کر پلہ ڈھوتے ۔ (بوجھ اٹھانے کی مزدوری کرتے تھے) اور ایک مد (تقریباً سیر بھر غلہ یا کھجور) حاصل کر لیتے تھے ۔ (اور لا کر پیش کر دیا کرتے)

اگرچہ یہ عمل مدینہ میں ہوا کرتا تھا، مگر اس سے مکہ معظمہ کی زندگی اور وہاں کے طرز تعاون پر بھی روشنی پڑتی ہے اسی وجہ سے قرآن حکیم کی آیتیں سابقین اولین کی ثنا خوان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ بعد کے حضرات اگرچہ احد کے برابر بھی خرچ کر دیں تو ان سابقین کے ایک مد کے مساوی نہیں ہو سکتا ۔

عبادت اور پوجا کے دو سلسلے ہیں ۔ ایک وہ جس کی بنیاد توحید ہے ۔ دوسرا وہ ہے جس کی بنیاد شرک ہے ۔ اسلام توحید کا حامی، داعی اور معلم ہے اور جن عبادتوں کی وہ تعلیم دیتا ہے ان سب کی بنیاد توحید پر رکھتا ہے اسی طرح مالی نظام کے دو سلسلے ہیں ۔ ایک وہ جس کی بنیاد داد و دہش، جود و عطا اور انفاق (یعنی) اپنے سرمایہ کو خرچ کرنے) پر دوسرا وہ جس کی بنیاد اخذ و ستد، وصول کرنے دولت سمیٹنے، استحصال اور زیادہ ستانی پر ہے

اسلام جس طرح توحید کا حامی، داعی اور مبلغ ہے ۔ اسی طرح وہ اس مالی نظام کا حامی ہے جس کی بنیاد داد و دہش، استغناء، سیرچشمی اور فائدہ رسانی پر ہے ۔

وہ مالی نظام کے مذکورہ بالا دوسرے سلسلہ کا اتنا ہی مخالف ہے اور اسی طرح اس کی جڑیں اکھاڑتا ہے جیسے وہ شرک، کفر، الحاد اور بے دینی کا مخالف ہے اور ان کے مقابلے کے لئے اپنے تمام ذرائع صرف کرتا ہے

نبوت کے ابتدائی دور میں جب تفصیلی احکام کی تلقین نہیں ہو رہی تھی ان کے صرف اشارات دیئے جا رہے تھے ۔ ان دونوں بنیادوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سورۃ روم میں اسلام کی پالیسی کا اظہار جن الفاظ میں کر دیا گیا تھا، ان کا ترجمہ یہ ہے :

"ادا کر قرابت دار کو اس کا حق، اور مسکین کو اور مسافر کو ۔ (ملکی ہو یا غیر ملکی کوئی تفریق نہیں) یہ بہتر ہے ان کے لئے جو اللہ کی رضاء کے طالب ہیں ۔ ایسے ہی لوگ ہیں، فلاح پانے والے

(کامیاب) اور وہ جو تم سود دو۔ تاکہ لوگوں کے مال میں بڑھوتی (اضافہ) ہو وہ اللہ کے یہاں نہیں بڑھتا۔ (البتہ) جو زکوٰۃ ادا کرو، جس سے اللہ کی رضاء مقصود ہو تو یہ (زکوٰۃ ادا کرنے والے) ہی ہیں۔ وہ اضافہ کرنے والے (بڑھانے والے) سورۂ رُوم آیت: ۳۰، ۳۸، ۳۹)

مدینہ طیبہ میں جب تفصیلات بتائی گئیں تو ان دونوں سلسلوں کا مقابلہ نمایاں کردیا گیا اور ہر ایک کی تاثیر کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا۔ ایک سلسلہ یہ ہے:

۱۔ جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں رات اور دن پوشیدہ طور پر اور کھلے طور پر تو یقیناً ان کے پروردگار کے یہاں ان کا اجر ہے۔ نہ ان کو (عذاب کا) ڈر ہوگا۔ اور نہ (نامرادی) کی غمگینی۔

۲۔ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے کام بھی اچھے ہیں۔ نیز تمام آداب کا لحاظ کرتے ہوئے نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، بلا شبہ ان کے پروردگار کی بارگاہ میں ان کا اجر ہے۔ اور نہ ان کو کسی طرح کا ڈر ہو سکتا ہے، نہ کسی طرح کی غمگینی۔

۳۔ سورۂ رُوم کی مذکورہ بالا آیت میں جو فرمایا گیا تھا کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہی اضافہ کرنے والے ہیں۔ تو اس اضافہ اور بڑھوتی کی شکل بھی بیان کر دی گئی کہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے بیج کا دانہ جب بویا گیا تو صرف ایک دانہ تھا، پھر ایک دانہ سے سات بالیں پیدا ہوگئیں اور ہر دانے میں سو دانے نکل آئے اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے۔ اس سے بھی دُگنا کر دیتا ہے۔ (سورۂ بقرہ آیت: ۲۶۰ رکوع ۳۵)

دوسرا سلسلہ یہ ہے:

(۱) جو لوگ کھاتے ہیں سود تو نہ اٹھیں گے مگر جس طرح اٹھتا ہے وہ جس کے حواس کھو دیئے جن نے لپٹ کر۔ (یعنی جیسے کوئی آسیب زدہ ہو یا مرگی کا مریض

(۲) اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور چھوڑدو جو رہ گیا سُود (جو حرمت سُود سے پہلے لازم ہو چکا تھا) اگر تم فی الحقیقت خدا پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور اگر اس باغیانہ روش سے توبہ کرتے ہو تو پھر تمہارے لئے یہ حکم ہے۔ کہ اپنی اصلی رقم لے لو اور سُود چھوڑ دو۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تمہارے ساتھ ظلم کیا جائے۔ اور اگر مقروض تنگ دست ہے تو چاہیئے کہ اسے فراخی حاصل ہونے تک مہلت دی جائے (سورۂ بقرہ، رکوع ۳۸، آیت: ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰)

امام ابوحنیفہ کا مسلک

دارالاسلام کا کوئی مسلمان کسی غیر اسلامی مملکت میں پہنچا اور وہاں اس نے وہاں کے رہنے والے کسی غیر مُسلم سے سُود لے لیا تو اسلام جس اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ اس کے لحاظ سے یہ بھی غیر مناسب ہے تاہم قانونی بات یہ ہے کہ اگر وہ غیر مسلم دارالاسلام میں آ کر اس سود لینے والے مسلمان پر دعویٰ کرے۔ تو اسلامی عدالت اس سود کو واپس کر دینے کا فیصلہ نہیں کریگی کیونکہ وہ ایسی مملکت کا معاملہ ہے۔ جو اس کے دائرہ اقتدار سے خارج ہے۔ جہاں اسلامی قانون رائج نہیں ہے۔

آج پوری دنیا سودی نظام میں جکڑی ہوئی ہے۔ اور بنک سسٹم پر ناز کر رہی ہے مگر کیا دنیا کی تمام طاقتیں خصوصاً بڑی طاقتیں خودغرضی سنگدلی اور حرص و طمع کے آسیب میں مبتلا نہیں ہیں؟ اور کیا خوف و ہراس، بے اطمینانی اور بے اعتمادی کی وبا تمام دنیا میں پھیلی ہوئی نہیں ہے؟

خود غرضی اور سنگدلی سود کا جواز پیدا کرتی ہے۔ اور جب سود ملتا ہے۔ تو ان خصلتوں میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور جب یہ خصلتیں قوم کا مزاج بن جاتی ہیں۔ تو وہ بحران رونما ہوتا ہے۔ جو آج دنیا پر طاری ہے۔ کہ زیادہ سے زیادہ مہلک آلات ایجاد ہو رہے ہیں۔ جو بڑی سے بڑی قوموں کو بدحواس کئے ہوئے ہیں۔ انتہا یہ کہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک بھی یہی سمجھ رہا ہے۔ کہ وہ آتش فشاں پر بیٹھا ہُوا ہے۔

نوع انسانی کے لئے اس سے زیادہ آسیب کیا ہو سکتا ہے۔ اور کیا اس مشاہدہ کے بعد بھی ارشاد ربانی کی تصدیق کے لئے کسی اور مشاہدہ کی ضرورت ہے۔

اللہ کے لئے قرض

اور قومی قرضہ یا قرضۂ جنگ

حکومتیں ترقیاتی منصوبوں اور دفاعی ضرورتوں کے لئے قوم سے قرض لیتی ہیں۔ کیا عجب ہے قرض کی اصطلاح انہوں نے قرآن حکیم سے سیکھی ہو، اگرچہ اس اصطلاح پر جس طرح عمل کیا جاتا ہے۔ وہ منشاء قرآنی کے سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ وہ قرض کے مقصد اور معنیٰ کو مسخ کر دیتا ہے۔

قرآن پاک جس کو قرض کہتا ہے۔ اس کا اثر یہ تو ہو سکتا ہے کہ دولت مند کی ابھری ہوئی سطح پست ہو جائے۔ کیونکہ اس قرض میں کبھی پوری دولت کا بھی مطالبہ ہو جاتا ہے کہ جو کچھ افزود ہے۔ سب خرچ کرو۔ (سُورۂ بقرہ، آیت: ۲۱۸)

لیکن یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ غریب کی غربت بڑھ جائے اور پس ماندہ طبقہ اور پست ہوجائے۔ ان کے برعکس رائج وقت سرکاری قرضوں کا اثر یہ ہوتا ہے۔ کہ امیر زیادہ امیر، اور غریب زیادہ غریب ہو جاتا ہے۔ اور امیری اور غریبی کے درمیان کا فاصلہ اگر پہلے دس گز تھا تو اب پندرہ گز ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حکومت کا قرض سود سے خالی نہیں ہوتا، یہ سُود مختلف قسم کے ٹیکس لگا کر عوام سے وصول کیا جاتا ہے۔ اور قرض دینے والوں کو ادا کیا جاتا ہے۔ غریب جو ٹیکس ادا کرتا ہے۔ اس کے عوض میں اس کو کچھ نہیں ملتا۔ لیکن دولت مند کے ٹیکس کی تلافی اس سود سے ہو جاتی ہے جو اس کے دیئے ہوئے روپیہ پر ملتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی دولت صرف محفوظ ہی نہیں رہتی بلکہ کچھ لے کر صحیح سالم واپس ہوتی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ امیر زیادہ امیر اور غریب زیادہ غریب ہو جاتا ہے۔ یہی سُود کی خاصیت ہے کہ امیر کو زیادہ امیر کر دیتا ہے اور غریب کو پیس ڈالتا ہے۔

آمدنی کے عام مدات یعنی زکوٰۃ، عشر و خراج وغیرہ سے (جن کی تفصیل آئندہ آئیگی) جب قومی اور ملکی ضرورتیں پوری نہ ہوں۔ تب رب العٰلمین قرض کی اپیل کرتا ہے۔ لیکن اس وعدہ کے ساتھ کہ اس کا منافع اللہ تعالیٰ ادا کرے گا۔ عوام سے کچھ نہیں لیا جائیگا عوام کو فائدہ پہنچانے کے لئے قرض لیا جا رہا ہے۔ نہ ان پر بار ڈالنے کے لئے۔

سورۂ بقرہ میں ہے:

اللہ کی راہ میں لڑائی پیش آجائے تو (موت سے نڈر ہوکر) جنگ کرو۔ اللہ تعالیٰ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (آیت ۲۴۴)

اپیل: کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے کہ اللہ تعالےٰ بڑھا دے۔ اس کے قرض کو اس کے لئے کئی گنا۔ (آیت: ۲۴۵)

صاحبِ دولت کی دولت (خدا کے نام پر) خزانہ سے نکل کر گردش کرے گی، تو ظاہر ہے، دولتمند کو اس دولت میں سے دنیا میں کچھ نہیں ملیگا۔ البتہ اس گردش سے عوام کو فائدہ پہنچے گا۔ انکی اقتصادی سطح کچھ بلند ہو جائے گی اور اس طرح امیری اور غریبی کی درمیانی مسافت اعتدال پر آ جائے گی۔

جنگ اور دفاع کے علاوہ دوسری قومی ضرورتوں کے لئے بھی یہ قرض لیا جائے گا۔ (مثال کے لئے ذیل کا واقعہ مطالعہ فرمائیے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ قبیلہ مضر کا ایک گروہ پہنچا۔ (شکستہ حال) برہنہ پا، برہنہ بدن۔ کچھ کمبل لپیٹے ہوئے کچھ عبا پہنے ہوئے، کمروں میں رسیاں بندھی ہوئیں، جن سے کمبل کے کنارے یا عبا کے دامن بندھے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ حالت دیکھی تو چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ پھر باہر آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان پڑھیں۔ اول جماعت ہوئی، پھر آپ نے خطبہ دیا۔ پھر سورۂ نساء کی ایک آیت پڑھی جو اس سورۃ کی پہلی آیت ہے:

اے لوگو! ڈرو اس خدا سے جس نے تم کو ایک انسان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا۔ اسی جانِ واحد سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دو سے بے شمار مرد اور عورتیں، پھیلا دیں۔ (پس دیکھو) اللہ سے ڈرو۔ جس کے نام پر آپس میں ایک دوسرے سے (محبت اور حقِ معاملہ کا) مطالبہ کیا کرتے ہو۔ نیز رشتہ داری اور قرابت داری کے معاملہ میں تقویٰ سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ (تمہارے اعمال کا) نگران حال ہے۔

پھر سورۃ حشر کے آخری رکوع کی ابتدائی آیتیں پڑھیں:

اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہیئے کہ دیکھ لے ہر شخص کہ اس نے کیا بھیجا کل کے واسطے۔

پھر آپ نے فرمایا:

دینار، درہم، کپڑا، صاع بھر گیہوں، صاع بھر کھجور جس کے پاس جو ہو صدقہ کر دے۔ (راہِ خدا میں دے دے) کچھ نہ ہو، کھجور کا ایک ٹکڑا وہی دیدے۔

حاضرین نے ارشاد گرامی سنا اور جو کچھ کسی کے پاس تھا لانا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے ایک انصاری ایک بوری لے آیا جو اتنی وزنی تھی کہ وہ اس کے اٹھانے سے عاجز ہوتے جا رہے تھے۔ پھر نمبر لگ گیا۔ یہاں تک کہ غلہ اور کپڑوں کے دو ڈھیر کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی سے چمکنے لگا۔ (مسلم شریف۔ الحث علی الصدقۃ۔ ص: ۳۲۷، ج: ۱)

اسی جیسے موقع پر آپ نے ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا۔

"اتقوا النار و لو بشق تمرۃ۔ آگ سے بچو اگر کچھ نہ ہو کھجور کا ایک ریزہ ہی دے کر تحفظ حاصل کرو۔ (مسلم شریف: ص: ۳۲۷، ج: ۱۔ بخاری شریف وغیرہ)

یعنی ایسے موقع پر جبکہ فاقہ کی حالت سامنے ہو جو کچھ ممکن ہو اس کا خرچ کر ڈالنا واجب ہے۔ اگر خرچ نہ کیا تو عنداللہ عذاب کا مستحق ہو گا۔ قرآن حکیم ایسے صرف کو اللہ تعالے کے ذمہ قرض تسلیم کرتا ہے۔ اس قرض سے عوام کی ضرورت پوری ہو رہی ہے۔ ان کی سطح بلند ہو رہی ہے۔ اور اہل ثروت کا اخلاقی فرض ادا ہو رہا ہے۔ خود غرضی اور سنگدلی کے بجائے آپس میں محبت، ہمدردی اور احترام کے جذبات بڑھ رہے ہیں۔ یہ نعمتِ کبریٰ ہے۔ جس کی راہنمائی قرآن حکیم کر رہا ہے۔

ملکیت کی حقیقت اور حقیقی مالک

ملکیت! مسئلہ ملکیت ان ذہنوں میں اُلجھا ہُوا ہے۔ جو خداشناسی کی روشنی سے محروم ہیں۔ جو صاحبِ عقل و بصیرت خدا پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ جن کو یقین ہے کہ پوری کائنات اور کائنات کی ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے وہ یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ مالک وہی ہے جو خالق ہے، جو رب ہے، جو پروردگار ہے۔

اگر شیئر ہولڈروں اور کمپنی کے حصہ داروں کو اس لئے مالک مانا جاتا ہے، کہ انہوں نے رقم لگائی ہے۔ میٹریل فراہم کیا۔ مزدوروں کی مزدوری ادا کی۔ یا مزدوروں کی ملکیت کا دعویٰ اس لئے کیا جاتا ہے کہ محنت پیداوار کی اصل ہے۔ انہوں نے محنت کر کے جو مال تیار کیا، تو جو مال تیار کرنے والا ہے، وہی مالک ہونا چاہیئے۔ تو ان دلائل کی بنیاد پر حقیقی مالک اس کو کیوں نہیں مانا جائے گا۔ جس نے مال تیار کرنے والے کو تیار کیا۔ جس نے میٹریل پیدا کیا۔ جو سرمایہ دار اور مزدور دونوں کا خالق ہے جس نے سرمایہ دار کو سرمایہ بخشا۔ تو مزدور کو وہ قوت عطا کی، جس سے وہ مزدوری کرتا ہے۔ اس کے ہاتھ پیر اور وہ تمام اعضا بنائے جن سے وہ کام لیتا ہے۔

توحید

توحید یہ ہے کہ جس طرح پوری کائنات اور کائنات کی ہر شئے کا خالق خدا کو مانا جائے۔ ایسے ہی ہر شئے کا مالک بھی اسی کو مانا جائے۔ یہ صرف اسی کی عطا ہے کہ اس نے ہمیں نیست سے ہست کیا یعنی نیست کو جامۂ وجود پہنایا یہ صرف اسی کا کرم ہے کہ کائنات کی ہستیاں ہمارے لئے مخصوص کر دیں۔ ہمیں ان پر اقتدار بخشا اور ان کے استعمال کا حق عطا فرمایا۔ قرآن پاک اسی فلسفہ کو ذہنوں میں پیوست کرتا ہے۔ اور صاحبِ ایمان کا ذہن اسی فلسفہ کو حق سمجھتا ہے اِن حقائق کا کون انکار کر سکتا ہے جن کی طرف قرآن پاک نے تقریباً ڈیڑھ سو آیتوں میں ارشاد فرمایا ہے جن میں سے چند یہ ہیں:

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ: اللہ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا۔ (سورۃ الزمر: ۶ ، ۶)

خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ: ہر چیز کو پیدا کیا۔ (انعام ۱۲:۶)

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ۔ کیا کوئی پیدا کرنے والا ہے؟ اللہ کے سوا۔ (فاطر: ۳ : ۱)

فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ۔ پس مجھے دکھاؤ وہ کیا ہے جس کو اللہ کے علاوہ دوسروں نے پیدا کیا۔

(لقمان، ع : ۱)

وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اللہ نے بنایا تم کو اور ان چیزوں کو جن کو تم بناتے ہو۔ جب وہ انسان کا خالق اس کی معمولات و مصنوعات کا خالق، انسان کے علاوہ کائنات کی ہر چیز کا خالق ہے۔ تو لامحالہ ہر چیز کا مالک بھی ہے جو چیز بھی ہے وہ اسی کی ہے اور صرف اسی کی ہے۔

لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (سورہ بقرہ، رکوع: ۱)

قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) عبیداللہ بن المسعود الحنفی المتوفی ۷۴۵ھ / ۱۳۴۴ء صاحب شرح الوقایہ عرف "صدر الشریعۃ الثانی" نے یہ تعریف کی۔

هو اتصال شرعي بين الانسان و بين شيء يكون مطلقا لتصرفه فيه حاجزا عن تصرف الغير فيه (شرح وقایہ)

ملک، انسان اور کسی چیز کے درمیان شریعت کا تجویز کردہ ایسا تعلق ہے جو اس

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

وزارت اور مسجد میں مقابلہ ہوا تو ہم وزارت ہی چھوڑ دیں گے

اسلام عالمگیر مذہب ہے انسانی فلاح کی تمام چیزیں اسلام میں ہیں

اللہ کی حاکمیت کی بجائے عوامی حاکمیت کے مدعی مشرک ہیں

وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد مولانا مفتی محمود کا مسجد مہابت خاں میں ولولہ انگیز خطاب

شمال مغربی سرحدی صوبے کے وزیر اعلیٰ اور جمعیۃ العلمائے اسلام پاکستان کے رہنما حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ تاریخ پاکستان میں کسی صوبے کے پہلے حکمران ہیں جنہوں نے عملاً ثابت کیا ہے کہ وہ اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہونے کے بعد اسلامی اقدار کے تحفظ اور قوم کی خدمت کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنے عہد اقتدار کے آغاز میں ہی چند دنوں کے اندر ایسے اقدامات کر دکھائے ہیں جو عوام کے دیرینہ مطالبے تھے اور جن کے متعلق مطلق العنان اور ڈکٹیٹر قسم کے سابق حکمران قوم کو محض کھوکھلے وعدوں پر ٹرخاتے رہے۔ مولانا مفتی محمود قرونِ اولیٰ اور عہدِ صحابہؓ کی یادیں تازہ کر رہے ہیں انہوں نے مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کو اپنی منزل قرار دیا ہے انھوں نے یہ وعدہ بھی پورا کر دیا ہے کہ میری کابینہ کے وزیر مسجدوں میں جا کر عوام سے ملا کریں گے اور اُن کے مسائل معلوم کیا کریں گے۔ خود مولانا مفتی محمود ۹ ؍جون کو پشاور کی تاریخی مسجد مہابت خاں میں تشریف لائے۔ آپ نے عوام اور علمائے کرام سے ملاقات کی اور نماز جمعہ کے عظیم اجتماع سے خطاب کیا ——— ادارہ خدام الدین حضرت مفتی صاحب اور مسجد مہابت خاں کے شعلہ نوا خطیب مولانا محمد یوسف قریشی کی ایمان افروز اور ولولہ انگیز تقاریر اور اجتماعِ جمعہ کی روئیداد بشکریہ ہفت روزہ صدائے اسلام پشاور شائع کر رہا ہے۔ ——— عبدالرشید انصاری

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب بارہ بجکر دس منٹ پر مسجد مہابت خاں کے شمالی گیٹ پر پہنچے۔ مولانا محمد یوسف صاحب قریشی خطیب مسجد مہابت خاں، مولانا عبدالباقی صاحب وزیرِ اوقاف، مولانا محمد اشرف علی قریشی، مولانا حبیب گل صاحب مشیرِ اوقاف، دیگر معززین شہر اور مسجد مہابت خاں کے ہزاروں نمازیوں نے انتہائی والہانہ عقیدت سے آپ کا استقبال کیا۔ مولانا مفتی محمود صاحب موصوف سیدھے مولانا محمد یوسف صاحب قریشی کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے مولانا قریشی اور دیگر علماء کے ساتھ مختلف مسائل پر تبادلۂ خیال کیا۔ اس موقعہ پر موجود تمام معززین شہر نے مولانا مفتی محمود صاحب کو شراب بند کرنے پر مبارک باد پیش کی —

ساڑھے بارہ بجے نماز جمعہ کی اذان کے ساتھ مسجد مہابت خاں کے در و دیوار اللہ اکبر اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اُٹھے۔ کچھ وقفہ کے بعد حضرت مفتی محمود صاحب کو تاریخی جامع مسجد مہابت خاں کے ممبر پر بٹھایا گیا۔ مفتی صاحب کی تقریر سے پہلے مسجد مہابت خاں کے امام و خطیب اور سرحد کے شعلہ بیاں مقرر مولانا محمد یوسف صاحب قریشی نے تعارفی تقریر میں فرمایا۔

آج ہم بے حد خوشی محسوس کر رہے ہیں کہ وقت کے وزیر اعلیٰ شیخ الحدیث اور مفتیٔ اعظم ایک ہی شخص ہیں مدت دراز کے بعد آج مسلمانوں کو یہ سعادت حاصل ہو رہی ہے کہ آج وقت کا وزیر اعلیٰ خطبہ جمعہ کہے گا اور نماز جمعہ پڑھائے گا۔ عوام نے پرجوش نعروں سے اپنی عقیدت کا مظاہرہ کیا۔ قریشی صاحب نے فرمایا آج ہمارے حکمران ہم ہی میں سے ہیں وہ ہمارے پاس آ رہے ہیں ہمارے ساتھ ایک ہی صف میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی یہ صوبہ سرحد پر خصوصی رحمت اور کرم نوازی ہے کہ یہاں پر وزیر اعلیٰ اور وزراء سیرت و صورت کے اعتبار سے قرآن و سنت کے تابع ہیں۔ قریشی صاحب نے جوشِ جذبات میں مولانا عبدالباقی صاحب وزیر اوقاف سے کہا کہ آپ کھڑے ہو جائیں مولانا فوراً کھڑے ہو گئے قریشی صاحب نے عوام کو ان کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو یہ سرحد کے وزیر اوقاف ہیں ان کا لباس شریعت کے مطابق ہے۔ ان کی سیرت و صورت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سنت کے مطابق ہے۔ مولانا کے ان پرجوش الفاظ پر لوگوں میں جوش و حمیت کی عجیب فضا پیدا ہوئی۔ ہر طرف سے اللہ اکبر، اسلام زندہ باد کے نعرے بلند ہو رہے تھے ہم جیسے ہی حکمران چاہتے تھے اللہ تبارک تعالیٰ نے ہمیں ایسے ہی حکمران عطا فرماتے ہیں۔

مولانا موصوف نے ببانگ دہل فرمایا کہ ہم مولانا مفتی صاحب کے ان تمام اقدامات میں جو اسلامی نظام کے لیے انجام دیئے جائیں گے۔ ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے جان تک قربان کر دیں گے اور ہر باطل طاقت سے آخری دم تک لڑیں گے۔ کیونکہ ہم نے اپنی زندگیوں کو اللہ کی رضا اور اسلام کے لیے وقف کر دیا ہے ہم ہر اس آواز کا خیر مقدم کریں گے جو اسلام کی سربلندی کے لیے اٹھے اور ہر اس طاقت کو خاموش کر دیں گے جو کہ اسلام کے خلاف زہر افشانی کرے۔ پرجوش نعرے ...... اس وقت مسجد مہابت خاں میں ہزاروں عوام کے جذبات کی کیفیت دیدنی تھی۔

مولانا نے ہزاروں سامعین سے پوچھا کہ کیا تم اسلام کی طاقتوں کو کامیاب کروگے اور اسلام دشمن طاقتوں کا مقابلہ کروگے تو تمام مجمع نے بیک آواز کہا کہ ضرور۔ اور ہاتھ اٹھا کر مولانا قریشی کو اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا

مولانا صاحب نے آخر میں فرمایا کہ میں مفتی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آج انھوں نے ہمیں یہ سعادت بخشی کہ ہم ان کے زریں خیالات سنیں اور ان کی اقتدا میں نماز ادا کریں۔ مولانا محمد یوسف قریشی نے مفتی محمود صاحب کو تقریر کی دعوت دی۔

مفتی صاحب مائیک پر آئے تو ہر طرف سے نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، اسلام زندہ باد، قائد جمعیت زندہ باد کے فلک شگاف نعرے گونج رہے تھے۔ مفتی صاحب نے خطبۂ مسنونہ کے بعد اپنی عالمانہ و فاضلانہ تقریر شروع کی۔ انھوں نے کہا کہ ہمارا سب کچھ اسلام میں ہے۔ ہمارا اصل مقام یہی مساجد ہیں۔ ہماری عزت وزارت کی وجہ سے نہیں بلکہ ان مساجد کی وجہ سے ہے اگر وزارت اور مسجد کا کہیں مقابلہ ہو تو ہم وزارت چھوڑ کر مسجد لیں گے۔ نعرے...... مفتی صاحب نے اسلامی نظامِ حیات کے فوائد تفصیلاً بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے دنیا میں انسان کی بہبود کے لیے جتنی چیزیں ہو سکتی ہیں وہ اسلام میں ہیں بعض لوگ غریبوں کے مسائل کا حل سوشلزم میں تلاش کرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اسلامی نظام سے بڑھ کر سوشلزم کسی نظام میں نہیں اور ہماری کامیابی کا راز صرف اسلام میں مضمر ہے۔ اسلام کو چھوڑنے میں ہماری تباہی ہوگی۔

حضرت مفتی صاحب نے مغربی جمہوریت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام میں مغربی جمہوریت کا کوئی تصور نہیں۔ اسلام میں بھی جمہوریت ہے لیکن وہ محدود جمہوریت ہے۔ مغربی جمہوریت کی تعریف یہ ہے "عوام کی حکومت، عوام کے لیے، عوام کے سامنے جوابدہ" لیکن اسلام میں حکومت فقط اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کے لیے ہے۔ قرآن پاک کا حوالہ دیتے ہوئے آپ نے فرمایا اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ حکومت نہیں مگر اللہ کے لیے۔

اسمبلی کے ایوان کو ان امور میں جس کا قرآن و سنت میں فیصلہ ہو چکا ہے، اسلام قانون سازی کی اجازت نہیں دیتا۔ اسمبلی صرف ان امور میں قانون سازی کر سکتی ہے جس کا حکم نہ قرآن میں موجود ہو اور نہ سنت رسول میں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن امور کو مسلمانوں کی مرضی پر چھوڑ دیا ہو اور ایسے بہت مسائل ہیں وہاں اسمبلی کوئی قانون پاس کر سکتی ہے وہ بھی قرآن و سنت کی روشنی میں۔ اور میرا ایمان ہے کہ جو آدمی اللہ تبارک وتعالیٰ کی حاکمیت کے علاوہ عوام کی حکومت کا دعویدار ہے اور خدا کی حکومت کی بجائے عوام کی حاکمیت چاہتا ہے وہ مشرک ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے۔

مفتی صاحب کے ان الفاظ پر ہر طرف سے نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوتے رہے۔

مفتی صاحب نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

عبدالرحمٰن لودھیانوی

خدا تعالیٰ کے احسانات و انعامات

انسان تنگ دل اور بخیل کیوں ہے ——؟

ترجمہ:- کہہ دے کہ اگر تمہارے ہاتھ میں میری رحمت کے خزانے ہوتے تو ضرور بند کر رکھتے اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہو جائیں اور انسان دل کا تنگ ہے۔

فرض کرو کہ اگر خدا تم کو اپنی رحمت کے خزانوں کا مالک بنا دیتا تب بھی انسان اپنی طبیعت سے بخل اور تنگدلی نہ چھوڑے اور کسی مستحق کو دینے سے اس لئے گھبرائے کہ کہیں سارا خرچ نہ ہو جائے۔ اور میں خالی ہاتھ رہ جاؤں یا جس پر آج خرچ کرتا ہوں وہ کل کو میری ہمسری نہ کر سکے۔

(۱۵) ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَّ مِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔ پ ۲۸ سورہ تغابن ۶۴ آیت ۲

(ترجمہ) وہی ہے اللہ، جس نے تم کو بنایا، پھر کوئی تم میں منکر ہے اور کوئی تم میں مومن - اور اللہ جو کام تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔

اسی نے سب آدمیوں کو بنایا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ سب اس پہ ایمان لاتے اور اس منعم حقیقی کی اطاعت کرتے مگر ہوا یہ کہ بعض منکر بن گئے اور بعض ایماندار، بے شک اللہ تعالیٰ نے آدمی میں دونوں طرف جانے کی استعداد رکھی مگر اولاً سب کو فطرت صحیح پر پیدا کیا تھا پھر کوئی اس فطرت پر قائم رہا اور کسی نے گرد و پیش کے حالات سے متاثر ہو کر اس کے خلاف راہ اختیار کی - اور ان دونوں کا علم اللہ کو ہمیشہ سے تھا کہ کون اپنے ارادہ اور اختیار سے کس طرف جائے گا اور پھر اسی کے موافق سزا یا انعام و اکرام کا مستحق ہو گا۔ ایسے صاف بیانات اور دلائل کے بعد کیا چیز ہے جو منکرین کو جزا کے معاملہ میں تمہاری تکذیب پر آمادہ کرتی ہے؟ خیال کرو انسان کو اللہ نے پیدا کیا اور بہترین شکل و صورت میں پیدا کیا کسی ایماندار اور نیکوکا کو اللہ خواہ مخواہ نیچے نہیں گراتا بلکہ اس کے تھوڑے عمل کا بے اندازہ صلہ مرحمت فرماتا ہے۔

کیا ان حالات کے سننے کے بعد بھی کسی کا منہ ہے جو دین فطرت کے اصول اور جزا و سزا کے ایسے معقول قاعدوں کو جھٹلا سکے؟ ہاں ایک ہی صورت تکذیب و انکار کی ہو سکتی ہے کہ دنیا کو یونہی باطل کارخانہ سمجھ لیا جائے۔ جس پر کسی کی حکومت نہ ہو نہ یہاں کوئی آئین اور قانون جاری ہو، نہ کسی بھلے بُرے پر گرفت ہو سکے۔ خدا کی شہنشاہی کے سامنے دنیا کی سب حکومتیں ہیچ ہیں جب یہاں کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں اپنے وفاداروں کو انعام دیتی ہیں اور مجرموں کو سزا دیتی ہیں تو اس احکم الحاکمین کی سرکار سے توقع کیوں نہ رکھی جائے۔

آدمی کی اصل تو اتنی ہی ہے کہ جمے ہوئے خون سے بنا اور جاہل محض تھا۔ خدا نے علم دیا - مگر وہ اپنی اصلی حقیقت کو یاد نہیں رکھتا - دنیا کے مال و دولت پر مغرور ہو کر سرکشی اختیار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ اوّل بھی اسی نے پیدا کیا اور آخر بھی اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے تو اس وقت اس تکبر اور خود فراموشی کی حقیقت کھلے گی - اس کی سرکشی اور تمرد کو دیکھو کہ خود کو تو اپنے رب کے سامنے جھکنے کی توفیق نہیں - دوسرا بندہ اگر خدا کے سامنے سر بسجود ہوتا ہے تو اسے بھی دیکھ نہیں سکتا (سورہ علق پ ۳۰)

(۱۶) لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ ۝ پ ۳۰ سورہ بلد ۹۰ آیت ۴

ترجمہ:- تحقیق ہم نے آدمی کو محنت میں بنایا۔

یعنی آدمی ابتدا سے انتہا تک مشقت اور رنج میں گرفتار ہے اور طرح طرح کی سختیاں جھیلتا رہتا ہے۔ کبھی مرض میں مبتلا رہتا ہے، کبھی رنج میں کبھی فکر میں، شاید عمر بھر کوئی لمحہ ایسا آتا ہو جب کوئی انسان تمام قسم کے خرخشوں اور محنت و تکلیف سے آزاد ہو کر بالکل بے فکری کی زندگی بسر کر سکے۔ حقیقت میں انسان کی ساخت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ ان سختیوں اور کھیڑوں سے نجات نہیں پا سکتا۔ ان سختیوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس میں عجز و درماندگی پیدا ہوتی اور اپنے آپ کو بستۂ قضا و قدر سمجھتا مُطیع امر و تابع رضا ہوتا اور ہر وقت اپنی احتیاج و افتقار کو پیش نظر رکھتا لیکن انسان کی حالت یہ ہے کہ بالکل بھول میں پڑا ہوا ہے۔ تو کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس پر قابو پا سکے اور اس کی سرکشی کی سزا دے سکے۔

(۱۷) اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ ۝ وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ ۝ وَ ھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ ۝ پ ۳۰ - بلد ۹۰ آیت ۸ - ۱۰

(ترجمہ) بھلا ہم نے اسکو نہیں دیں دو آنکھیں، زبان اور دو ہونٹ؟ اور دکھلا دی اس کو دو گھاٹیاں؟

(تفسیر) رسولؐ کی عداوت، اسلام کی مخالفت اور معصیت کے مواقع میں بے تکے پن سے مال خرچ کرنے کو بہتر سمجھتا ہے۔ پھر اسے بڑھا چڑھا کر فخر سے کہتا ہے کہ میں اتنا کثیر مال خرچ کر چکا ہوں۔ کیا اس کے بعد بھی میرے مقابلہ میں کوئی آ سکتا ہے؟ لیکن آگے چل کر پتہ لگے گا کہ یہ سب خرچ کیا ہوا مال یونہی برباد گیا بلکہ اُلٹا وبال جان بنا۔ اللہ سب دیکھ رہا ہے۔ جتنا مال جس جگہ، جس نیت سے خرچ کیا ہے۔ جھوٹی شیخی بگھارنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ جس نے دیکھنے کو آنکھیں دیں کیا وہ خود دیکھتا نہ ہو گا - یقیناً جو سب کو بینائی دے۔ اُسے سب سے بڑھ کر بینا ہونا چاہیئے۔ ہونٹوں سے بات کرنے اور کھانے پینے میں مدد لیتا ہے خیر و شر دونوں کی راہیں تبلا دیں تاکہ بُرے راستہ سے بچے اور اچھے راستہ پر چلے اور یہ تبلانا اجمالی طور پر عقل و فطرت سے ہوا۔

اس قدر انعامات کی بارش اور اسباب ہدایت کی موجودگی میں بھی انسان کو کبھی توفیق نہ ہوئی کہ دین کی گھاٹی پر آ دھمکتا۔ شادی و غمی کی فضول رسموں اور خدا کی نافرمانیوں میں روپیہ برباد کر کے

دنیا کی رسوائی اور آخرت کا وبال سر لیتا ہے۔ اس کو چاہیئے تھا کہ غلام آزاد کرتا یا قرضدار کی گردن قرض سے چھڑاتا قحط کے دنوں میں بھوکوں کی خبر لیتا۔ یتیم کی خدمت کرتا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرتا اور دہرا ثواب حاصل کرتا۔ ان سب عملوں کے قبول ہونے کی شرط ایمان ہے۔ اگر یہ چیز نہیں تو سب کیا کرایا اکارت گیا۔ اللہ کے نیک بندے ایک دوسرے کو نیک کام کی تاکید کرتے رہتے ہیں کہ حقوق و فرائض کے ادا کرنے میں ہر قسم کی سختیوں کا تحمل کرو اور خدا کی مخلوق پر رحم کھاؤ تاکہ آسمان والا تم پر رحم کھائے۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور آخرت کی حقیقت

ماخوذ از تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی رح ——— (گذشتہ سے پیوستہ)

(۴) وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝ (پ ۱۹ ع ۱ سورۃ الفرقان ۲۵ آیت ۲۱)

(ترجمہ) اور بولے وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے، کیوں نہ ہم پر فرشتے اترے یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیتے۔ اپنے جی میں بہت بڑائی رکھتے ہیں اور بڑی شرارت میں سر پڑھ لئے ہیں۔

(تفسیر) جن کو یہ امید نہیں کہ ایک روز ہمارے روبرو حاضر ہوکر حساب و کتاب دینا ہے وہ سزا کے خوف سے بالکل بے فکر ہوکر معانداً اور گستاخانہ کلمات زبان سے بکتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہم پر فرشتے وحی لے کر کیوں نہ اترے۔ یا خدا تعالیٰ سامنے آکر ہم سے ہم کلام کیوں نہ ہو گیا۔ کم از کم فرشتے تمہاری تصدیق کے لئے آجاتے یا خود خداوند رب العزت کو ہم دیکھتے کہ سامنے آکر ہم سے ہم کلام کیوں نہ ہوگیا۔ کم از کم فرشتے تمہاری تصدیق ہی کے لیے آجاتے یا خود خداوند رب العزت کو ہم دیکھتے کہ سامنے ہوکر تمہارے دعوے کی تائید و تصدیق کر رہا ہے۔ انہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ رکھا ہے۔ جو وحی اور فرشتوں کے آنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ شرارت و سرکشی کی حد ہو گئی کہ باوجود ایسی سیاہ کاریوں کے دنیا میں ان آنکھوں سے خداوند قدوس کو دیکھنے اور شرف ہم کلامی سے مشرف ہونے کا مطالبہ کریں۔

گھبراؤ نہیں کہ ایک دن آنے والا ہے جب فرشتے تم کو نظر پڑیں گے لیکن ان کو دیکھنے سے تم جیسے مجرموں کو کوئی خوشی حاصل نہ ہوگی، بلکہ سخت ہولناک مصائب کا سامنا ہوگا۔

(۵) مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ (پ ۲۰ ع ۳ سورہ عنکبوت ۲۹۔ آیت ۵)

(ترجمہ:) جو کوئی اللہ کی ملاقات کی توقع رکھتا ہے سو اللہ کا وعدہ آ رہا ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

جو شخص اس توقع پر مصیبتیں اٹھا رہا ہے کہ ایک دن مجھے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں بات بات پر پکڑ ہوگی ناکامیاب ہوا تو یہاں کی سختیوں سے کہیں زیادہ سختیاں جھیلنی پڑیں گی اور کامیاب رہا تو ساری کلفتیں دھل جائیں گی۔ اللہ کی خوشنودی اور اس کا دیدار نصیب ہوگا۔ ایسا شخص یاد رکھے کہ اللہ کا وعدہ آ رہا ہے۔ کوئی طاقت اسے پھیر نہیں سکتی۔ اس کی اعلیٰ توقعات پوری ہو کر رہیں گی اور اس کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ اللہ سب کی باتیں سنتا اور جانتا ہے۔ کسی کی محنت رائگاں نہیں کرے گا۔

(۶) وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰۗىِٕكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۝ پ ۲۱ ع ۵ سورہ روم ۳۰۔ آیت ۱۶)

(ترجمہ:) اور جو لوگ منکر ہوئے اور انھوں نے ہماری باتوں اور پچھلے گھر کے ملنے سے انکار کیا سو وہ عذاب میں پکڑے گئے۔

(۷) بَلْ هُمْ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (پ ۲۱ ع ۱۴ سورہ السجدہ ۳۲ آیت ۱۰)

(ترجمہ:) کچھ نہیں بلکہ وہ تو اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں۔

یہ اسی پاک ہستی کا کام ہے جس نے نطفہ سے شکل صورت، اعضاء موزوں و متناسب رکھے۔ کیا انھوں نے اس بات پر غور نہ کیا کہ اللہ نے انھیں مٹی سے پیدا کیا ہے۔ الٹے شبہات نکالنے لگے کہ مٹی میں رل جانے کے بعد ہم دوبارہ کس طرح بنائے جائیں گے۔ صاف طور پر یہ لوگ بعث بعد الموت کے منکر ہو گئے۔ تم اپنے آپ کو محض بدن اور دھڑ سمجھتے ہو کر خاک میں رل مل کر برابر ہو جاؤ ایسا نہیں تم حقیقت میں جان ہو جسے فرشتہ لے جاتا ہے بالکل فنا نہیں ہو جاتے ہو۔

(۸) فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ پ ۲۱ ع ۱۵

(ترجمہ:) سو اب چکھو مزہ جیسا تم نے اپنے اس دن کے ملنے کو بھلا دیا تھا۔ ہم نے بھی تم کو بھلا دیا اور اپنے کیے کے عوض میں سزا کا مزہ چکھو۔

تفسیر: کیا تمہارے پاس ہمارے رسول نہیں پہنچے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ضرور آئے تھے۔ انھوں نے ہم کو اللہ کی باتیں سنائیں اور آج کے دن سے بہت کچھ ڈرایا لیکن ہماری بدبختی اور نالائقی کہ ہم نے ان کا کہنا نہ مانا آخر خدا کی اٹل تقدیر سامنے آئی اور عذاب کا حکم ہم کافروں پر ثابت ہو کر رہا۔ فرشتے کہیں گے کہ تم نے شیخی اور غرور میں آکر اللہ کی بات نہ مانی۔ اب تم

ہمیشہ دوزخ میں پڑے رہو اور اس کا مزہ چکھتے رہو۔

(۹) اَلَا اِنَّھُمْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّھِمْ ط اَلَا اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ہ
پ ۲۵ ع ۱ سورہ حٰمٓ سجدہ ۴۱ آیت ۵۴

(ترجمہ:) سُنتا ہے وہ۔ دھوکہ میں ہیں اپنے رب کی ملاقات سے سُنتا ہے وہ ہر چیز کو گھیر رہا ہے۔

تفسیر:- یہ اس دھوکہ میں ہیں کہ کبھی خدا سے ملنا اور اُس کے سامنے جانا نہیں حالاں کہ خدا تعالیٰ ہر وقت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے کسی وقت بھی اُس کے قبضہ اور احاطہ سے نکل کر نہیں جا سکتے۔ یا پانی میں بہ جائیں یا ہوا میں منتشر ہو جائیں تب بھی ایک ایک ذرہ پر اللہ کا علم اور قدرت محیط ہے ان کو جمع کر کے از سر نو زندہ کر دینا کچھ مشکل نہیں۔

(۱۰) وَقِیْلَ الْیَوْمَ نَنْسٰکُمْ کَمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا وَمَاْوٰکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ہ ذٰلِکُمْ بِاَنَّکُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ ھُزُوًا وَّغَرَّتْکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا فَالْیَوْمَ لَا یُخْرَجُوْنَ مِنْھَا وَلَا ھُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ہ پ ۲۵ ع ۲۰ سورۃ الجاثیہ ۴۵ آیت ۳۴-۳۵

(ترجمہ) اور حکم ہوگا کہ آج ہم تم کو بھلا دیں گے جیسے تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور تمہارا گھر دوزخ ہے۔ سو آج نہ ان کو نکلنا منظور ہے وہاں سے نہ ان کی توبہ مطلوب ہے۔

تفسیر:- دنیا میں آج کے دن کو تم نے یاد نہ رکھا تھا آج ہم تم کو مہربانی سے یاد نہ رکھیں گے۔ ہمیشہ کے لیے اسی طرح عذاب میں پڑا چھوڑ دیں گے جیسے تم نے اپنے آپ کو دنیا کے مزوں میں پھنسا کر چھوڑ دیا تھا۔ دنیا کے مزوں میں پڑ کر کبھی خیال ہی نہیں کیا کہ یہاں سے کبھی جانا ہے اور خدا کے سامنے پیش ہونا بھی ہے اور اگر کبھی کچھ خیال آیا بھی تو یوں سمجھ کر دل کی تسلی کر لی کہ جس طرح دنیا میں ہم مسلمانوں سے مقابل ہیں وہاں بھی ہمارا یہی زور رہے گا۔ یاد رکھیں نہ اُن کو دوزخ سے نکالا جائے گا اور نہ یہ موقع دیا جائے گا کہ وہ اب خدا کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔

(۱۱) فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا ہ پ ۱۶ ع ۲ سورۃ کہف ۱۸ آیت ۱۱۰

(ترجمہ:) سو پھر جس کو اُمید ہو اپنے رب سے ملنے کی، سو وُہ کچھ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

تفسیر:- جس کسی کو اللہ تعالیٰ سے ملنے کا شوق ہو یا اُس کے سامنے حاضر کیے جانے کا خوف ہو تو اُسے چاہیے کہ کچھ بھلے کام شریعت کے مطابق کر جائے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی میں کسی کو کسی درجہ میں بھی شریک نہ کرے یعنی شرکِ جلی کی طرح شرکِ خفی سے بھی بچتا رہے کیوں کہ جس عبادت میں غیر اللہ کی شرکت ہو وہ عابد کے منہ پر ماری جائے گی۔ خلوص کے ساتھ لوجہ اللہ اچھے کام کرنا قربِ الٰہی تک پہنچاتا ہے۔ شرک فی العبادت حرام ہے، گویا آئینہ نبوت نورِ الٰہی کا جلوہ کش ہے اور مخلوق پر پرتو انداز ہے جس کے بغیر قرب کی سطح تک کوئی پہنچ نہیں سکتا۔ اس آیت میں نہ صرف شرک کی نفی ہے بلکہ ریاکاری کی بھی ہے۔

کیوں کہ ریاکار جب غیر کے دکھانے یا سنانے کو عبادت کرتا ہے تو گویا اس نے غیر اللہ کی یا غیر اللہ کے لیے کرتا ہے تو گویا اُس نے غیر اللہ کی یا غیر اللہ کے لئے عبادت کی اور غیر خدا کو شریک فی العبادت کیا یہی شرک ہے۔

الحاصل اس آیت میں شرکِ جلی و خفی دونوں کی ممانعت ہے اور احادیث میں ریاکاری کو شرکِ خفی کہا گیا ہے۔

(۱۲) وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَلِقَآئِہٖٓ اُولٰٓئِکَ یَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ہ
پ ۲۰ ع ۱۵ سورۃ عنکبوت ۲۹ آیت ۲۳

(ترجمہ:) اور جو لوگ اللہ کی باتوں سے اور اس کے ملنے سے منکر ہوئے وہ میری رحمت سے نا اُمید ہوئے اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

تفسیر:- جنھوں نے اللہ کی باتوں کا انکار کر دیا اور اس سے ملنے کی اُمید نہ رکھی کیونکہ وہ بعث بعد الموت کے قائل ہی نہیں ہوئے اُنھیں رحمتِ الٰہی کی کیونکر امید ہو سکتی ہے لہٰذا وہ آخرت میں بھی محروم و مایوس ہی رہیں گے۔

(۱۳) وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَآئِہٖ وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ہ
پ ۲۱ ع ۱۶ سورۃ السجدہ ۳۲ آیت ۲۳

(ترجمہ:) اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی ہے سو تُو اس کے ملنے سے دھوکہ میں نہ رہ اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کیا۔

(مطلب:-) بے شک و شبہ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی گئی اور آپؐ کو بھی اسی طرح کتاب دی گئی اس میں کوئی دھوکہ اور فریب نہیں ہ

قیوم لیگ سے استعفا

قیوم لیگ کے ایک سابق رکن خانصاحب شاکر اللہ خاں نے اپنے محلہ کے تمام لوگوں سمیت جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت کا اعلان کر دیا ہے اور حضرت درخواستی، مفتی اعظم مولانا مفتی محمود، مولانا ہزاروی صاحبان پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ اور اراکین جمعیۃ کو یقین دلایا کہ میں اسلام اور اسلامی نظام اور ملک کی سالمیت کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہوں۔

(مولوی محمد شریف ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء اسلام ترناب)

دعائے صحت

تحریک ختم نبوت کے رضا کار جناب چودھری عبد محمد صاحب لودھیانوی کافی عرصہ سے دل کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ قارئین خدام الدین سے درخواست ہے کہ ان کی صحت یابی کی دعا فرمائیں۔



پاکستان شدید ترین بحران کی زد میں

شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ

هٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (الاعراف ۲۰۳)

کچھ عرصہ سے ہماری یہ اسلامی مملکت شدید ترین بحران سے دوچار ہے یہ بحران سیاسی بھی ہے اور اقتصادی بھی اور فوجی بھی۔ حق تعالیٰ کے تکوینی نظام کے کچھ اسباب بھی ہوا کرتے ہیں، یہ اسباب ظاہری بھی ہوتے ہیں اور باطنی بھی۔ ہمیں اس وقت ظاہری اسباب کے بارے میں کچھ کہنا نہیں، ان صفحات میں بارہا ان کی طرف اشارات و تنبیہات کر چکے ہیں اور وہ اتنے دقیق اور گہرے بھی نہیں ہیں کہ عوام کے فہم سے بالاتر ہوں۔ اس وقت تو باطنی اسباب یا اسرارِ قدرت کے بارے میں کچھ عرض کرنا مقصود ہے۔ گذشتہ ستمبر ۱۹۶۵ء میں لطیفۂ غیبیہ کا جس طرح ظہور ہوا اور نصرتِ الٰہی اور غیبی برکات نے جس طرح اس ملک کو مالا مال اور دشمنانِ اسلام کی تدبیروں سے محفوظ فرمایا اور مغربی پاکستان پر ہندوستان کی یلغار کو اس طرح روکا اور ناکام بنایا کہ مسلمانوں میں حق تعالیٰ کی طرف رجوع اور انابت کی روح پیدا ہوگئی۔ دشمن کا رعب دلوں سے نکل گیا، پوری قوم چند لمحوں میں اپنے ناپسندیدہ اخلاق و کردار سے تائب ہوگئی اخلاقی حالت میں تو عظیم الشان انقلاب آگیا، جرائم تقریباً ختم ہوگئے اور جرائم پیشہ افراد و طبقات تائب ہوگئے۔ مسجدیں نمازیوں سے آباد اور تلاوتِ قرآن سے گونجنے لگیں گھروں میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور ختماتِ قرآن کے جلوے نظر آنے لگے۔ سنگدل تاجروں کے دلوں میں بھی رقت پیدا ہوگئی۔ یہ افسانہ نہیں واقعات ہیں، کل کی بات ہے سب جانتے ہیں، مغربی پاکستان کی سالمیت کو اللہ تعالیٰ نے بدستور محفوظ و برقرار رکھا۔ دشمنانِ اسلام کے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے منصوبے خاک میں مل گئے۔

حق تعالیٰ کے اس عظیم احسان کا قوم کو شکر ادا کرنا تھا، لیکن جو کچھ ہوا آپ کے سامنے ہے۔ عیاں راچہ بیان۔

چنانچہ اس کے چند ہی روز بعد اس شریعت سے معاشرہ کی حالت بگڑنی شروع ہوئی اور اس حیرت انگیز انداز سے تمام فواحش و منکرات نے ترقی کی کہ عقل انگشت بدنداں ہے اس ناشکری اور ان معاصی اور گناہوں کے ناگزیر قدرتی اثرات رونما ہوتے، تمام ملک ان کی لپیٹ میں آگیا جس طرح زہر کھانے سے موت آتی ہے اور جمال گوٹہ کھانے سے دست آتے ہیں ٹھیک اسی طرح ہر معصیت اور گناہ کی ایک تاثیر ہوتی ہے اس کا ظاہر ہونا ناگزیر ہے۔

ہمارے ملک میں جو مہلک بیماریاں اس وقت روز بروز ابھر رہی اور پیدا ہو رہی ہیں ملک کے عوام و خواص سب ہی شدید معاشی، اقتصادی اور سیاسی اضطراب میں مبتلا ہیں۔ محکوم و حاکم روز افزوں ناقابلِ برداشت حد تک پریشان ہیں۔ قلوب میں سکون و اطمینان کلی طور پر مفقود ہو گیا ہے۔ دشمنوں کا رعب اور دباؤ حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے ان کی چیرہ دستیوں سے زبردستی چشم پوشی کر رہے ہیں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے خطرات خطرناک صورت میں پیدا ہو گئے ہیں اور دوبارہ پاکستان کی سالمیت مخدوش ہو رہی ہے ان سب خرابیوں اور امراض کے کچھ باطنی اسباب ہیں ہمارے معاشرے میں جو خرابیاں ناسور کی شکل اختیار کر چکی ہیں وہ یہ ہیں، سود، رشوت، شراب نوشی، زنا، قتل، بے محابا غارت گری، چوری، بے پردگی اور عریانی ہے ان مفاسد اور جرائم کی اتنی کثرت ہوگئی کہ عقل حیران ہے سود نے تمام معاشرے کو مفلوج کر دیا ہے اس معصیت کو نہ چھوڑنے پر حق تعالیٰ کی طرف سے صریح اعلانِ جنگ ہے، فرمایا ہے :-

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اگر تم بقیہ سود نہیں چھوڑو گے تو اللہ اور اس کے رسول کا اعلانِ جنگ سن لو۔ العیاذ باللہ

رشوت کے لیے بارگاہِ نبوت سے فرمایا گیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو رشوت لینے اور دینے والے پر۔ شراب کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو شراب پیئے یا پلاتے یا جو لاتے اور جس کے لیے خریدے اور جو فروخت کرے اور جو تیار کرے وغیرہ وغیرہ ایسی وعیدیں آئی ہیں کہ سنگدل لوگوں کے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں حدیث شریف میں صاف اور صریح الفاظ میں آیا ہے۔

"علانیہ سود خواری اور زناکاری پر دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہے"

الغرض بے شمار گناہ اور جرائم ہیں کہ روز بروز دن دونی رات چوگنی ان کی کثرت ہوتی جاتی ہے۔ حکومت ہے کہ شراب اور زنا کے لائسنس دے رہی ہے۔ حرام بچوں کی شرح پیداوار بھی روز افزوں ترقی پر ہے۔ ماہ رمضان المبارک میں ہوٹل کھلے رہے ہیں۔ علی الاعلان قانونِ خداوندی سے بغاوت اس ملک میں ہوتی رہی ہے مختصر یہ کہ کونسی معصیت ہے جو ہمارے معاشرے میں نہیں ہو رہی۔ یہ تمام گناہ ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب کو دعوت دے رہے ہیں اور رحمت

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

عازمین حج سے درخواستیں طلب کر لی گئیں

راولپنڈی ۲۹ر جون حکومت نے حج کی سعادت حاصل کرنے کے خواہشمند افراد سے درخواستیں طلب کی ہیں ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ درخواستیں طلب کرنے کا مقصد یہ اندازہ لگانا ہے کہ سمندر، خشکی اور فضائی راستے سے جانے والوں کی تعداد کیا ہوگی۔ اعلان میں کہا گیا ہے کہ پاکستانی روپے کی قیمت کم ہو جانے کے بعد حکومت نے حج کا کرایہ اقتصادی نقطۂ نگاہ سے ممکن حد تک موزوں رکھا ہے۔ طیارے، بحری جہازوں اور خشکی کے راستے جانے کے خواہشمندوں کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ ۳۱ر جولائی ۱۹۷۲ء تک اپنی درخواستیں پورٹ اینڈ حج آفس کراچی کے نام بذریعہ ڈاک رجسٹری بھیج دیں۔ حج فارموں پر اردو اور انگریزی میں تمام ہدایات درج ہیں۔ درخواستوں کے فارم تمام ضلعی صدر مقامات اور شیڈول بنکوں سے ۳ر جولائی تک حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

سرکاری اعلان کے مطابق حج قرنطینہ کرایہ اور خوراک اور دوسرے اخراجات مندرجہ ذیل ہوں گے :-

بحری جہاز ——— فرسٹ کلاس

کرایہ اور خوراک ... ۴۳۴۲-۰۰ روپے

قرنطینہ اخراجات ۲۰۳-۹۶ "

کم سے کم زرمبادلہ ... ۲۰-۳۵ روپے (۳۲۰ ڈالر)

کل اخراجات ۶۰۶۹-۹۶ روپے

زیادہ سے زیادہ زرمبادلہ ... ۲۹۰-۴ روپے کا مل سکے گا۔

بحری جہاز ——— درجہ دوم

کرایہ و خوراک ... ۱۶۵۰ روپے

قرنطینہ اخراجات ۲۰۳-۹۶ روپے

کم سے کم زرمبادلہ ... ۲۰۵۰ روپے (۲۵۰ ڈالر)

کل اخراجات ۴۱۰۳-۹۶ روپے

زیادہ سے زیادہ زرمبادلہ ۲۵۲۰ روپے کا مل سکے گا۔

بحری جہاز ——— عرشہ

کرایہ اور خوراک ... ۶۹۶ روپے

قرنطینہ اخراجات ۲۰۳-۹۶ روپے

کم سے کم زرمبادلہ ... ۱۹۸۰ روپے (۱۸۰ ڈالر)

کل اخراجات ۲۹۷۹-۹۶ روپے

زیادہ سے زیادہ زرمبادلہ ... ۲۰۳۰ روپے کا مل سکے گا۔

ہوائی جہاز اور سڑک کے راستے کے اخراجات کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

سرکاری اعلان میں ان لوگوں کو بھی جو گذشتہ پانچ برسوں سے قرعہ اندازی کے باعث حج کی سعادت سے محروم رہے ہیں، ہدایت کی گئی ہے کہ انہیں بھی اب نئے سرے سے درخواست دینی ہوگی۔

حالات و واقعات

اخبارات کے آئینہ میں

مرزائی عقیدہ ترک کر دیا "

شورکوٹ۔ یہاں کے پانچ کنبوں نے جن کے سربراہ حکیم عبدالرحمٰن حکیم محمد سلیمان، حکیم خلیل احمد، حکیم ناصر احمد اور حکیم اللہ دتہ ہیں نے اپنے مرزائی عقیدہ کو چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا ہے انھوں نے مولانا بشیر احمد خطیب جامع مسجد شورکوٹ کی موجودگی میں یہ اعلان کیا جس کے نتیجہ اس پر تمام شہر میں چراغاں کیا گیا۔ (روزنامہ امروز لاہور)

"قصہ دس کروڑ روپے کے زرمبادلہ کا"

کراچی۔ ماہر معاشیات ڈاکٹر انور اقبال قریشی نے ہفت روزہ اخبار جہاں میں اپنے ایک مضمون میں پریس ٹرسٹ کے ایک اخبار کے حوالے سے بتایا ہے کہ حکومت نے صنعتکاروں سے یہ سمجھوتہ کیا ہے کہ وہ دس کروڑ روپے کا زرمبادلہ بلیک مارکیٹ سے خرید کر حکومت کو دیں کہا جاتا ہے کہ اس خدمت کے تحت ایک ممتاز صنعت کار کو ایک بہت بڑے نیم سرکاری ادارہ کا سربراہ مقرر کیا گیا ہے، سرمایہ داروں سے پیپلز پارٹی کے رویہ میں تبدیلی کے بارے میں ڈاکٹر انور اقبال قریشی اپنے مضمون میں رقمطراز ہیں کہ وزیر خزانہ نے اس بارے میں بہت کچھ تاویلیں پیش کی ہیں لیکن یہ درحقیقت دس کروڑ کا زرمبادلہ بلیک سے مہیا کرنے کی افواہوں کی تصدیق ہے۔ آخر صنعت کاروں کو کچھ تو حق خدمت ملنا چاہیئے تھا۔ چنانچہ ایک بڑے صنعت کار کو پی آئی اے کا سربراہ مقرر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر انور اقبال قریشی نے مزید لکھا ہے کہ مرکزی وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن بہت بلند پائے کے ماہر تعمیرات ہیں۔ لیکن معاشیات و مالیات کے علم سے بالکل کورے ہیں، زرمبادلہ کے سلسلے میں وزیر خزانہ نے ابتدا میں یہ تاثر دیا تھا کہ انھیں معلوم ہے کہ کس صنعت کار نے کتنی رقم باہر رکھی ہے اور اس کا اندازہ کبھی سو کروڑ بیان کیا جاتا تھا۔ کئی بار مہلتیں دینے کے باوجود بیرونی زرمبادلہ کی صورت میں عملاً حکومت کو چار کروڑ روپے کی رقم ملی جس میں سات یا ساڑھے سات کروڑ روپے کا ذکر کیا جاتا ہے اس میں ۴۵ فیصد بونس بھی شامل ہے لیکن اس کے باوجود وزیر خزانہ نے خود یا ان کے ایما سے ان کی حکومت نے جو حرکت کی وہ اتنی غیر اخلاقی اور "میکاولین" ہے کہ اسے کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۱۳ جون ۱۹۷۲ء)

بنگلہ دیش کے لیے بیس کروڑ ڈالر کی امداد

واشنگٹن۔ (پ پ / اے پ ا) امریکہ کے ادارہ بین الاقوامی ترقیات کے ایک ترجمان نے بتایا ہے کہ امریکہ اقوام متحدہ کے ذریعے بنگلہ دیش کو بھاری امداد دے گا، یہ امداد ۲۰ کروڑ ڈالر کی جس کا ۷۰ فیصد امریکہ اور تیس فیصد باقی دنیا کے ممالک بھیج دیں گے یہ امداد ڈھاکہ میں اقوام متحدہ کے امدادی ادارہ کے ذریعہ دی جائے گی۔ (روزنامہ جنگ کراچی)

سرحد حکومت نے پولیس ایسوسی ایشن کو تسلیم کر لیا

پشاور۔ صوبہ سرحد کی حکومت نے صوبائی پولیس ایسوسی ایشن کو تسلیم کر لیا ہے جس کے نتیجہ میں ایسوسی ایشن نے ہڑتال کا نوٹس واپس لے لیا ہے۔ اس کا اعلان صوبائی وزیر اعلیٰ مولانا مفتی محمود نے کیا انھوں نے اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ پولیس کا بڑا مطالبہ یہ تھا کہ ایسوسی ایشن کو تسلیم کیا جائے جسے حکومت نے منظور کر لیا ہے۔

صوبائی وزیر اطلاعات مسٹر محمد افضل خاں نے بتایا کہ پولیس ایسوسی ایشن کا آئین جانچ کے لیے صوبائی محکمہ قانون کو بھیج دیا گیا ہے تین یا چار دن میں منظور کر لیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ پولیس کی گذشتہ ہڑتال کے دوران مسٹر حیات محمد خاں شیرپاؤ اور مسٹر غلام مصطفےٰ جتوئی نے جو وعدے کیے تھے صوبہ سرحد کی حکومت نے انھیں پورا کیا ہے اور ان پر عمل درآمد کیا جا رہا ہے۔ پولیس کی جانب سے ہڑتال کا نوٹس واپس لینے کا اعلان نہیں کیا گیا۔

(روزنامہ جنگ کراچی)

مولانا کوثر نیازی صاحب
مرکزی وزیر حج و اوقاف
کے نام
کھلی چٹھی

حکومت نے حالیہ اعلان کے ذریعہ آئندہ حج سے تمام پابندیاں ختم کر دی ہیں بظاہر یہ اعلان نہایت ہی خوش کن، حوصلہ افزا، قابلِ صد ستائش ہے بلاشبہ حکومت مبارک باد کی مستحق ہے لیکن حکومت نے یہ اعلان ایسے وقت میں کیا جبکہ پاکستانی کرنسی کی قیمت کم کرنے کا انقلابی اعلان کیا گیا ——— اس اعلان کے مطابق تیسرے درجہ میں سفر کرنے والے عازمین حج کا خرچہ تخمیناً پونے چار ہزار روپے آئے گا جب کہ گذشتہ سالوں میں صرف سولہ صد روپے آتا تھا۔ جو کہ عوام کے موجودہ حالات میں نہایت مناسب تھا اب جب کہ موجودہ شرح کے مطابق رقم سولہ صد روپے کی بجائے پونے چار ہزار کر دی گئی ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ پابندیاں صرف امراء اور سرمایہ داروں کے لیے ختم کی گئی ہیں جن کو یہ رقم ادا کرنا کسی طرح بھی مشکل نہیں۔ غریب عوام جو یہ رقم ادا نہیں کر سکتے ان پر حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیے گئے ہیں۔

ہم باادب عرض کریں گے کہ اگر نئی حج پالیسی کا یہی مطلب ہے تو پھر آپ فرمائیے کہ یہ پاکستانی عوام پر زیادتی ہے کہ نہیں، آپ تسلیم کریں گے کہ یہ واقعی زیادتی ہے

ہم آپ کی وساطت سے حکومتِ عالیہ سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ تمام حجاج کرام سے رعایت کا سلوک کیا جائے خصوصاً پانچ ہزار ناکام حجاج کو مبلغ سولہ صد (۱۶۰۰) روپے میں فریضہ حج ادا کرنے کی اجازت مرحمت فرما کر ان کی دعائیں حاصل کی جائیں۔ جیسے کہ آپ کو معلوم ہے کہ سابقہ حکومت نے ۱۹۷۰ء میں سفینہ عرفات کے حجاج جن کو چیچک کے خدشہ کی بنا پر جدہ شریف میں روک لیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ فریضہ حج ادا نہ کر سکے تھے حکومت نے ۱۹۷۱ء میں ان کو جہاز کا کرایہ معاف کر دیا۔ اور نقد رقم ادا کرنے پر دوبارہ زرمبادلہ دیا۔

اگر یحییٰ حکومت یہ نقصان برداشت کر سکتی تھی تو پھر عوامی حکومت پرانے حجاج کو یہ سہولتیں کیوں مہیا نہیں کر سکتی، یقیناً کر سکتی ہے

لہٰذا تمام سابقہ درخواست دہندگان کو مبلغ سولہ صد (۱۶۰۰) روپے میں اور نئے حجاج کرام کو بھی مناسب رعائتیں دی جائیں۔ اصولی طور پر پرانے درخواست دہندگان پر نئے اخراجات نافذ کرنا صریحاً ناانصافی ہے۔

آپ کا خیر اندیش۔ الحاج خلیل احمد لدھیانوی صدر انجمن خدام الحجاج رجسٹرڈ پاکستان ۱۲۰ لوہا منڈی بازار لاہور

طرح نقل کیا ہے :-

"حضرت امام اعظمؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اہل السنت والجماعت کی علامات میں سے شیخینؓ کی افضلیت کا اعتقاد اور ختنینؓ (حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ) سے محبت رکھنا بھی ہے۔"

(دفتر اول مکتوب ۲۶۶)

حضرت امام اعظمؒ کے اس قول پر شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے محبت رکھنے کو تو اہل السنت والجماعت کی علامت بتایا لیکن ان کے مراتب کا فرق بیان نہیں فرمایا۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ہم مرتبہ ہیں۔ حضرت مجددؒ اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے اس طرح ارشاد فرماتے ہیں :-

"جن لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے انہوں نے حضرت امام کے اس ارشاد کی روح اور اس کے محل کو نہیں سمجھا۔ اصل بات یہ ہے کہ اختلافات اور فتنے سوءِ اتفاق سے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ہی کے زمانہ میں ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے بعض لوگوں کو ان بزرگوں کے ساتھ بدظنی اور کدورت پیدا ہو سکتی ہے۔ حضرت امامؒ نے اس صورتِ حال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ختنینؓ (حضرت عثمان اور حضرت علیؓ) کی محبت و مودت کو شعارِ اہل السنت میں سے قرار دیا ہے۔ اور اس جگہ ان دونوں بزرگوں کے باہمی فرقِ مراتب سے نفیاً یا اثباتاً کوئی بحث بلکہ اس کا کوئی لحاظ بھی نہیں ہے۔ (دفتر اول مکتوب ۲۶۶)

آخر میں حضرت مجددؒ فرماتے ہیں :-

"کیف و کتب الحنفیہ مشحونۃ بان افضلیتھم علی ترتیب الخلافۃ"۔

یعنی اور بھلا حضرت امام اعظمؒ کے متعلق یہ خیال (یعنی توقف یا عدم تفاضل مابین حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کا خیال) کیونکر کیا جا سکتا ہے جب کہ کتب حنفیہ اس تصریح سے بھری پڑی ہیں کہ ان کی افضلیت خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔"

(دفتر اول مکتوب ۲۶۶)

تاہم حضرت مجددؒ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرات شیخینؓ کی فضیلت کا ثبوت نسبتاً زیادہ یقینی ہے۔ فرماتے ہیں :-

"حضرات شیخینؓ کی افضلیت یقینی ہے اور حضرت عثمانؓ کی افضلیت اس سے کم درجہ کی۔" (دفتر اول مکتوب ۲۶۶)

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے متعلق حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں :-

"حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت صحابہ کرامؓ کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے اور اس قرن خیر القرون کے تمام چھوٹے بڑے اور مردوں عورتوں کے اتفاق و اجماع حضرت ذی النورینؓ کی خلافت پر حاصل ہوا ہے۔ حضرات خلفائے ثلاثہؓ میں سے کسی کی خلافت پر اتنا اجماع حاصل نہیں ہوا۔" (دفتر سوم مکتوب ۲۴)

حضرت عثمانؓ کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ قرآن کے جامع اور ناشر ہیں اگر حضرت عثمانؓ اور حضرات شیخینؓ کو مومن تسلیم نہ کیا جائے تو قرآن پر سے ہی اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مجددؒ تحریر فرماتے ہیں :-

"قرآن مجید کے جامع حضرت عثمانؓ بلکہ حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں۔ اگر یہ مطعون اور نا انصاف ہوں تو پھر قرآن مجید پر کیا اعتبار رہے گا۔ اور دین کس چیز پر قائم رہے گا۔"

(دفتر سوم مکتوب ۲۴)

اصحابِ رسول میں سے بدر والوں کی شان بہت بلند ہے۔ ان کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَاِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ۔ (جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے) اس طرح بیعت رضوان میں موجود صحابہ کرام کا درجہ بہت اونچا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا کہ ان میں کوئی بھی دوزخی نہ ہوگا۔ بلکہ تمام کے تمام صحابہ کرام جنتی ہیں۔ خلفائے ثلاثہؓ صحابی بھی ہیں، بدری بھی ہیں اور بیعت رضوان سے بھی وہ مشرف ہوئے اس لیے ان کا جنتی ہونا قطعی اور یقینی ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مجددؒ لکھتے ہیں :-

"جب حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں صحیح حدیثوں کی رو سے جو تواتر معنی کی حد تک پہنچ چکی ہیں جنت کی بشارت آ چکی ہے تو پھر کفر و گمراہی کا احتمال ان سے دور ہو چکا ہے۔ نیز حضرات شیخینؓ اہل بدر سے بھی ہیں جو صحیح حدیث کی رو سے مطلق طور پر بخشے ہوئے ہیں اور بیعتِ رضوان سے بھی مشرف ہیں جو سب کے سب صحیح حدیثوں سے بہشتی ثابت ہو چکے ہیں۔ جیسے کہ گزر چکا ہے۔ اور حضرت عثمانؓ جو جنگ بدر میں حاضر نہ تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی اہلیہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی بیمار تھیں۔ ان کی تیمارداری کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مدینہ منورہ میں چھوڑ آئے تھے اور فرمایا تھا کہ جو اہلِ بدر کو فضیلت حاصل ہوگی تم کو بھی وہی حاصل ہوگی۔ اور بیعت رضوان میں حضرت عثمانؓ کے موجود نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ والوں کے پاس بھیجا تھا اور آپ نے (اپنے ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر) ان کی طرف سے خود بیعت فرمائی تھی۔"

(دفتر سوم مکتوب ۲۴)

حضرت مجددؒ کے مذکورہ بالا ارشادات سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں :-

۱- جو خلفائے اربعہ کو ہم مرتبہ سمجھتا ہے وہ احمق ہے۔

۲- اہل السنت کے نزدیک خلفائے اربعہ کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔

۳- شیخینؓ کے بعد حضرت عثمانؓ سب سے افضل ہیں۔

۴- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کو سب سے افضل سمجھا جاتا تھا۔

۵- اکثر علمائے اہل السنت کے نزدیک شیخینؓ کے بعد حضرت عثمانؓ سب سے افضل ہیں۔

۶- ائمہ اربعہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ حضرت عثمانؓ شیخینؓ کے بعد سب سے افضل ہیں۔

۷- حضرت امام مالکؒ پہلے افضلیت حضرت عثمانؓ کے متعلق توقف کرتے تھے لیکن بعد میں آپ نے رجوع فرما لیا اور حضرت عثمانؓ کی افضلیت کے قائل ہو گئے۔

۸- حضرت امام مالکؒ کا قول ہے کہ وہ شخص جس نے مسلمانوں کا خون بہایا (یعنی حضرت علیؓ) وہ اس شخص کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جس نے مسلمانوں کا خون نہیں بہایا (یعنی حضرت عثمانؓ)

۹- کتب حنفیہ اس تصریح سے بھری پڑی ہیں کہ شیخین کے بعد سب سے افضل حضرت عثمانؓ ہیں۔

۱۰- حضرت عثمانؓ کی خلافت صحابہ کرامؓ کے اجماع سے ثابت ہے۔ سب سے زیادہ قوی اجماع حضرت عثمانؓ کی خلافت پر ہوا ہے۔ کیونکہ آپ کو کافی سوچ بچار اور مشورہ کے بعد خلیفہ بنایا گیا۔

مذمت حسد

لَا تَحَاسَدُوْا۔ (بخاری)

آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسد نہ کرو۔

بقیہ: پاکستان شدید ترین بحران کی زد میں

الٰہی سے محروم کر رہے ہیں۔ دوسری طرف عبادات، نماز روزہ، تقویٰ و طہارت کی زندگی، دینداری وغیرہ جو حق تعالیٰ کی رحمت کے نزول کا ذریعہ ہیں وہ تیزی کے ساتھ روز افزوں تنزل پر ہیں۔ ختم نبوت جو اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اس کے نہ ماننے والوں کو اقتدار سونپا جا رہا ہے جن اکابر اُمت کے صدقے اسلام کی یہ نعمت آج تک محفوظ رہی ہے اُن کو بُرا بھلا کہا جا رہا ہے اور ان کینے والوں کے ہاتھوں میں ہی اقتدار آ رہا ہے ان تمام خرابیوں کا ہی لازمی نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت روز بروز دُور ہوتی جا رہی ہے لعنتیں برس رہی ہیں۔ قلوب سے سکون و اطمینان مفقود ہو رہا ہے۔ دماغوں میں صحیح شعور و ادراک کا مادہ ختم ہو رہا ہے۔ (بینات کراچی)

بقیہ: مسجد مہابت خاں میں مفتی صاحب کا خطاب

کہ ایک آئین کمیٹی تشکیل دی گئی ہے جس کا میں بھی ممبر ہوں۔ گذشتہ روز بھی اس کا اجلاس ہوا جس میں میں بھی شریک تھا اور بڑی حد تک ہم کوشش کر رہے ہیں کہ مستقل آئین اسلامی قوانین کے مطابق مرتب ہو۔ انشاء اللہ ــــ اور اگر خدانخواستہ ایسا آئین مرتب کیا گیا جو اسلامی روح کے منافی ہو تو ہم اس کو کسی صورت بھی تسلیم نہیں کریں گے۔

سامعین نہایت توجہ سے مفتی صاحب کی تقریر سن رہے تھے اور مفتی صاحب ہے رہنمائے اسلام زندہ باد کے نعرے لگا کر لوگوں نے اپنے جذبات کا اظہار کیا لوگوں کی خوشی کا سماں قابلِ دید تھا کہ وقت کا وزیر اعلیٰ نماز پڑھانے مسجد میں آیا ہوا ہے بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا کہ شدت مسرت سے رو رہے تھے اور اسلام کا دورِ رفتہ ان کو یاد آ رہا تھا۔

تقریر کے اختتام پر مفتی صاحب نے دعا فرمائی اور کچھ وقفہ کے بعد خطبہ کی اذان ہوئی مفتی صاحب مدظلہ نے مسنون خطبہ دیا اور اس کے بعد سنت کے مطابق نماز پڑھائی مفتی صاحب کے مسجد سے تشریف لیجاتے وقت بعض حضرات نے شکایت کی کہ مسجد کا لاوڈ سپیکر خراب ہونے کی وجہ سے جو حضرات مسجد کے دور کناروں اور سڑکوں پر تھے وہ مفتی صاحب کی تقریر سننے سے محروم رہ گئے۔ مفتی صاحب نے وزیر اوقاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کام ان کا ہے وزیر اوقاف نے کہا انشاء اللہ بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔

مسجد مہابت خاں میں حضرت مفتی صاحب کی تشریف آوری کا چونکہ ایک روز قبل اعلان نہیں کیا گیا تھا اُسی روز دو گھنٹے میں سب انتظام مولانا اشرف علی قریشی صاحب نے کیا تھا اس وجہ سے دیگر دین دوست حضرات اور احباب کو مفتی صاحب کی مسجد مہابت خاں میں تشریف آوری اور نماز جمعہ پڑھانے کا علم ہوا تو مولانا یوسف صاحب کے پاس گلہ کے لیے تشریف لائے اور کہا کہ ہمیں کوئی اطلاع نہیں ملی۔ ہم بے خبر رہے اور ہم مفتی صاحب کی تقریر سننے سے محروم رہ گئے۔

مولانا اشرف علی صاحب قریشی نے وعدہ فرمایا کہ دوبارہ انشاء اللہ کچھ روز بعد مفتی صاحب کو مسجد مہابت خاں میں تشریف لانے کی دعوت دی جائے گی اور اس کا باقاعدہ اخبارات کے ذریعہ اعلان کیا جائے گا۔ تاکہ تمام احباب دین دوست حضرات کو قبل از وقت اطلاع مل جائے۔

بقیہ: دورِ حاضر کے سیاسی اور۔۔۔

شخص کے لئے جائز قرار دیتا ہے۔ کہ وہ اس شے میں تصرف کرے۔ اور دوسرے کے تصرف کو روکتا ہے۔

شارح ہدایہ علامہ کمال بن الہمام متوفی ۸۶۱ھ / ۱۴۵۷ء کی تعبیر یہ ہے:

الملك قدرة يثبتها الشارع ابتداء على التصرف الا لمانع۔

(بحوالہ الاشباہ والنظائر ص ۵۳۱) القول فی الملک الفن الثالث)

ملک، تصرف کرنے کی وہ قدرت ہے جو شریعت نے بلا واسطہ ثابت کی ہو بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو۔

یعنی ایسی قدرت کہ اگر کوئی شرعی (قانونی) رکاوٹ نہ ہو تو ہر طرح تصرف کر سکتا ہے تصرف کی طاقت وکیل کو بھی ہوتی ہے مگر بلا واسطہ نہیں ہوتی بلکہ موکل کی عطا کردہ ہوتی ہے۔ لہٰذا وکیل کو مالک نہیں کہا جائیگا۔ ایک دیوالیہ جس کو عدالت نے نوٹس دے دیا کہ وہ کوئی چیز بیچ نہیں سکتا وہ اگرچہ تصرف نہیں کر سکتا۔ مگر اپنے اثاثہ کا مالک ہے

ہندوستان کے مشہور مایۂ ناز فیلسوف اسلام حضرت شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۳ء کے الفاظ نہایت مختصر اور واضح ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: معنى الملك فى حق الآدمى كونه احق بالانتفاع من غيره (حجة الله البالغة، ص ۹۶، ج ۲)

آدمی کے حق میں ملک کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کے مقابلہ میں اس کو نفع اٹھانے کا حق زیادہ ہے۔

بہر حال جبکہ ملکیت انسان کی حقیقت صرف یہ نکلی کہ اس نے ایسا قابو پالیا، یا اس کو ایسی قدرت میسر آگئی جس سے اس کو نفع حاصل کرنے کا حکم ہو گیا تو ایمانداری یہ ہے کہ اس مقبوضہ کو انسان امانت یا عاریت سمجھے۔ اس کے اصلی مالک کو پہچانے اور اپنے تصرف اور انتفاع کو مالک حقیقی کی ہدایات کے ماتحت رکھے۔ جن حقیقت شناس خدا رسیدہ بزرگوں نے قرآن اور مذہب کی روشنی میں اسلام اور احکام اسلام کے فلسفہ کو سمجھا پھر اس کو فارسی زبان کے شیشہ میں ڈھالا۔ ان میں سے ایک کا شعر ہے ؎

در حقیقت مالک ہر شے خدا است
این امانت چند روزے نزد ماست

یہ شعر مسلمانوں کے عقیدہ کے عین مطابق ہے۔ اس لئے ہر باذوق مسلمان کی زبان پر ہوتا ہے۔ اور جب وہ اپنی اور ان چیزوں کی حقیقت پر غور کرتا ہے۔ جن کو وہ اپنی سمجھتا ہے تو خاص جذبہ اور کیف کے ساتھ اس شعر کو گنگناتا رہتا ہے۔

بقیہ: غذا اور قرآن مجید

کا صیغہ لاتسرفوا بنایا گیا ہے۔ لفظ اسراف کئی مفہوم اور معنیٰ پر مشتمل ہے۔

(۱) اسراف کی ایک صورت یہ ہے کہ غذا ضرورت سے زیادہ تیار کی جائے اور آدھی چوتھائی کھائی جائے اور باقی بچ جائے جو پھینکی جائے یا باسی کھائی جائے۔ اسراف کی یہ صورت بالکل مناسب نہیں ہے۔ اس سے مالی حالت جلد بگڑ جاتی ہے۔ جس سے سخت دماغی اور جسمانی پریشانی لاحق ہو جاتی ہے۔ جو صحت کے لیے مضر ہے۔

(۲) اسراف کی دوسری صورت یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ غذا کھائی جائے۔ جیسے کسی شخص کی غذائی ضرورت ایک پاؤ چاول یا چار روٹیاں کھانے کی ہے مگر وہ اپنے معدے کو بھرنے کے لیے آدھ سیر چاول یا آٹھ روٹیاں کھاتا ہے۔ یہ زیادہ مقدار اسراف میں داخل ہے۔ اس اسراف سے اندیشہ ہے کہ وہ شخص معدے کی مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جائے گا اور اپنی صحت کھو بیٹھے گا۔

(۳) اسراف کی تیسری صورت یہ بھی ہے کہ کوئی شخص جانوروں کی طرح دن بھر ہر وقت کچھ نہ کچھ کھایا کرے اور اپنے منہ دانت معدہ اور آنتوں کو آرام کا موقع نہ دے۔ اس صورت میں بھی وہ شخص چند دنوں کے بعد مختلف امراض میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور اپنی صحت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں جسمانی اور روحانی صحت کے متعلق بھی مختلف آیتوں میں سنہرے اصول بیان فرما دیئے ہیں جن پر عمل کرنے سے نہایت اچھی صحت قائم رہ سکتی ہے۔ اور خدا کی برکتوں اور رحمتوں سے نوازا جا سکتا ہے۔

بچوں کا صفحہ

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جناب کمال الدین صاحب

پیارے بچو! آج کی صحبت میں ہم تمہیں اپنے پیارے نبی سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کچھ باتیں بتانا چاہتے ہیں — غور سے سنیں:

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہمارے نبی ہیں۔ آپؐ کے دادا نے آنحضرت کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور والدہ نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر احمدؐ رکھا تھا۔

ہمارے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ جو ہاجرہ بی بی کے بطن سے ہوئی۔ ہاجرہ شاہ مصر رقیون کی بیٹی تھی۔ خدا کے ہاں ان کا ایسا درجہ تھا کہ اللہ کے فرشتے ان کے سامنے آیا کرتے اور خدا کا پیغام پہنچایا کرتے تھے۔ ہاجرہ بی بی کے فرزند کا نام اسمٰعیلؑ ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے پہلوٹھے بیٹے ہیں۔ باپ نے ان کو وادی میں اس جگہ آباد کیا تھا جہاں اب مکہ ہے۔ خدا نے اسمٰعیلؑ کے لیے زمزم کا چشمہ جاری کیا تھا۔

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ ہے۔ وہ وہب کی بیٹی ہیں جو قبیلہ بنو زہرہ کا سردار تھا۔ اس لیے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ددھیال اور ننھیال میں عرب کے بہترین قبیلہ، بہترین قوم اور شاخ میں سے ہیں۔ ہمارے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاول مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو بعد از صبح صادق و قبل از طلوع آفتاب پیدا ہوئے۔

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ والد بزرگوار کا آنحضرتؐ کی پیدائش سے پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ عبدالمطلب آنحضرتؐ کے دادا نے خود بھی یتیمی کا زمانہ دیکھا تھا۔ اپنے ۲۴ سالہ نوجوان پیارے فرزند عبداللہ کی اس یادگار کے پیدا ہوتے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے اور بچے کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے۔

ساتویں دن قربانی کی اور تمام قریش کو دعوت دی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بچے کا نام کیا رکھا۔ عبدالمطلب نے کہا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا۔ کہا میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایاں قرار پائے۔

شرفاء مکہ کا دستور تھا کہ اپنے بچوں کو جبکہ وہ آٹھ دن کے ہو جاتے تھے۔ دودھ پلانے والیوں کے سپرد کر کے کسی اچھی آب و ہوا کے مقام پر باہر بھیج دیا کرتے تھے۔ اسی دستور کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حلیمہ سعدیہ رضؓ کے سپرد کر دیا گیا۔ وہ ہر چھٹے مہینے لا کر ان کی والدہ اور دیگر اقرباء کو دکھا جاتی تھیں۔ دو برس بعد آپؐ کا دودھ چھڑایا گیا۔ دائی حلیمہ آپؐ کو لے کر حضرت آمنہؓ کے پاس آئیں۔ حضرت آمنہؓ نے اس خیال سے کہ (وہاں کی آب و ہوا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خوب موافق تھی اور) شاید مکہ کی آب و ہوا موافق نہ ہو، پھر دائی حلیمہ ہی کے سپرد کر دیا۔ جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر چار برس کی ہوئی تو والدہ مکرمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس رکھ لیا جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چھ برس کے ہوئے تو والدہ کا انتقال ہو گیا اور دادا نے آپؐ کی پرورش اور نگرانی اپنے ذمہ لی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر آٹھ برس دس دن کی ہوئی تو آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ اور آپؐ کے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی۔ اب وہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نگرانی اور تربیت کے ذمہ دار ہے۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہوتے تو آپؐ کا خیال پہلے تجارت کی طرف ہوا۔ مگر روپیہ پاس نہ تھا مکہ میں نہایت شریف خاندان کی ایک بیوہ عورت خدیجہؓ تھی۔ وہ بہت مالدار تھی اپنا روپیہ تجارت میں لگائے رکھتی تھی۔ اس نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوبیاں اور اوصاف سن کر اور آپؐ کی سچائی، دیانتداری باسلیقہ شعاری کا حال معلوم کر کے خود درخواست کی کہ اس کے روپے سے تجارت کریں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا مال لے کر تجارت کو گئے۔ اس تجارت میں بہت نفع ہوا۔ اس سفر میں خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام خوبیوں اور بزرگیوں کا ذکر خدیجہؓ کو سنایا جو سفر میں خود دیکھی تھیں۔ ان اوصاف کو سن کر خدیجہؓ نے درخواست کر کے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ نکاح کر لیا۔ حالانکہ خدیجہؓ اس سے پہلے بڑے بڑے سرداروں کی درخواست نکاح کو رد کر چکی تھی۔ جب یہ نکاح ہوا تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر ۲۵ سال اور خدیجہ بی بیؓ کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نکاح میں وہ ۲۵ سال تک زندہ رہیں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی وفات کے بعد بھی اکثر ان کا محبت سے ذکر کیا کرتے اور ان کی سہیلیوں سے بھی عزت اور شفقت کا برتاؤ کرتے تھے۔ اس شادی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا وقت خدا کی عبادت اور بنی آدم کی اصلاح و بہبود اور خیراندیشی میں پورا ہوا کرتا تھا۔

رسول کریمؐ کے کلمات طیبہ

★ اے بلال خرچ کر اور صاحب عرش سے کمی کا خوف نہ کر۔

★ اہل ہوں یا نا اہل نیکی مستحق اور غیر مستحق دونوں کے ساتھ کر۔ اگر تو نے مستحق کے ساتھ نیکی کی تو وہ اس کا مستحق تھا اور اگر وہ نیکی کیے جانے کا مستحق نہ تھا تو تو نیکی کرنے کا اہل تھا

★ تو خدا کو یاد رکھ خدا تیری حفاظت کریگا۔

★ تو اللہ کو یاد رکھ اس کو اپنے سامنے پائیگا

★ تم اللہ کو راحت میں نہ بھول وہ تمہیں مصیبت میں نہ بھولے گا

★ دنیا میں مہمان کی طرح رہو

★ سلام کی اشاعت کرو، کھانا کھلاؤ، آپس میں رشتہ داروں سے میل قائم رکھو

●

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون نمبر ۶۶۵۴۵

منظور شدہ محکمہ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۹۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۴۳۶-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۶۷/۹/۲۹-۲-۹ ۵۵ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۴۰-۵۲۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

غذا اور قرآن مجید!

حکیم محمد سعید دہلوی

اللہ تعالے نے اپنی کتاب قرآن مجید میں جو دل نشین انداز میں ایمان اور عمل صالح کی تعلیم دی ہے کہ اس پر عمل کرنے سے دین اور دنیا کی کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ایسے ہی دلِ نشین طریقے سے جسمانی صحت کو برقرار اور محفوظ رکھنے کی تلقین بھی کی ہے۔ اور حفاظت کے ایسے سنہرے اصول بیان کر دیئے ہیں کہ اس سے بڑھ کر دوسرے اصول نہیں ہو سکتے

ان سطور میں ہم غذا کے متعلق قرآنی آیتوں سے حفظِ صحت کے اصول کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن شریف کی سورۃ بقرہ رکوع ۲۱ میں یہ آیت ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ۔ اس آیت شریفہ کے معنی یہ ہیں " اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو" یعنی اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے وہی چیز کھاؤ جو پاکیزہ اور اچھی ہو۔ اس آیت میں " طیبات " کا لفظ ہے اور جو طیبہ کی جمع ہے۔ طیبہ مونث ہے طیب کا طیبہ اور طیب کے لفظی معنی ہیں اچھی چیز لفظ طیب اعتبارات کے لحاظ سے کئی معنی میں مستعمل ہے:

(۱) کبھی طیب حرام کے مقابلے میں حلال چیز کو کہتے ہیں۔ جیسے یہ کہا جاتے کہ گائے کا گوشت طیب ہے۔ یعنی حلال ہے اور سؤر کا گوشت خبیث اور غیر طیب ہے یعنی حرام ہے۔

(۲) کبھی طیب ایسے مال کے لیے بولا جاتا ہے جو جائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہو جیسے یہ کہا جائے کہ فلاں شخص کی کمائی محنت مزدوری کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے اس کا مال جائز اور طیب ہے اور دوسرے فلاں شخص کی کمائی چوری رشوت اور غصب کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے اس کا مال ناجائز اور غیر طیب ہے۔

(۳) اور کبھی طیب ایسی چیز کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو صاف ستھری تازہ اور کھانے میں اچھی لگتی ہے۔ اس کے مقابلے میں جو غذا سڑی گلی باسی بری ہو اُسے طیب نہیں کہیں گے بلکہ اُسے غیر طیب کہیں گے۔

اب اوپر والی آیت کے یہ معنے ہوئے کہ اے مسلمانو! تم ہماری دی ہوئی روزی میں سے وہ چیزیں کھاؤ جو حلال ہوں۔ جائز طریقے سے حاصل کی گئی ہوں۔ اور جو صاف ستھری تازہ اور خوش گوار ہوں۔ طیب کے یہ تیسرے معنے بھی طبی اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ کیوں کہ خراب سڑی گلی باسی اور بہت دنوں کی رکھی اور بگڑی ہوئی چیزوں کو کھانے سے معدہ بگڑ جاتا ہے اور ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اچھا خون نہیں پیدا ہوتا ہے۔ اچھا خون نہ پیدا ہونے سے صحت بگڑ جاتی ہے۔ طرح طرح کے روگ جسم میں لگ جاتے ہیں۔ ایسے بیمار آدمی کو زندگی کا کوئی لطف نہیں ملتا۔ اور نہ وہ اللہ تعالےٰ کی صحیح عبادت کر سکتا ہے اور نہ وہ اپنے کنبے کو اچھی طرح پال سکتا اور نہ وہ اپنے ملک اور قوم کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ ایسا روگی شخص خود اپنی زندگی سے بیزار رہتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ خاص اپنی رحمت اور شفقت سے اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے۔ تم کھاؤ اور اچھی چیز کھاؤ۔

کھانے کی چیزوں میں اچھی اور طیب غذا پسند اور اختیار کرنے میں بھی انسان کو حیوانات پر امتیاز حاصل ہو جاتا ہے۔ گدھ سڑا ہوا گوشت چٹ کر جاتا ہے۔ کتا بھی اچھے اور بُرے گوشت میں تمیز نہیں کرتا۔ یہ انسان ہی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں، ناک اور زبان کی قوتوں سے کھانے کی چیزوں کو جانچ اور پرکھ کر اچھی اور طیب چیزوں کو اپنی غذا کے لیے چھانٹ لیتا ہے۔ اور اچھی غذا کھا کر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتا اور اپنی صحت کو درست رکھتا ہے۔ اور غذا کی بخشی ہوئی بہترین نعمت زندگی سے لطف حاصل کرتا ہے۔

مگر انسانوں میں ایسے بھی لوگ موجود ہیں جو اپنی غذا کے لیے خواہ پھل ہوں یا اناج ہو ترکاری ہو یا گوشت ان چیزوں کے انتخاب میں اچھی اور بُری تازہ اور باسی، مفید یا غیر مفید کا خیال کیے بغیر سستی اور کم دام چیزوں پر گرتے ہیں اور ان کو لیتے اور کھاتے ہیں۔ مگر چند ہی دنوں کے بعد اُن کی صحت بگڑ جاتی ہے۔ اور ہمیشہ ڈاکٹروں اور حکیموں کے مطب میں یا سرکاری ہسپتالوں میں دوا لینے کے لیے جایا کرتے اور اپنی صحت کے بگڑ جانے کا سبب سے گلہ کرتے پھرتے ہیں۔ اور یہ خیال نہیں کرتے کہ ہمارے رحمٰن اور رحیم خدا نے ہماری صحت کو درست حالت میں برقرار رکھنے کے لیے پہلے ہی ارشاد فرما دیا ہے کہ تم کھاؤ تو اچھی چیزیں کھاؤ۔ یہ حکم اسی لیے اللہ نے دیا ہے کہ اچھی چیزوں کے کھانے سے اچھا خون پیدا ہوتا ہے جو اچھی صحت کی علامت ہے۔

غذا کے متعلق دوسرا زرّیں اصول قرآن شریف کی سورۃ الاعراف رکوع ۳ میں ہے۔ " کلوا واشربوا ولا تسرفوا " اس آیت شریفہ کے معنی ہیں " اور کھاؤ اور پیو اور بے جا خرچ نہ کرو " اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو کھانے اور پینے کا حکم دینے کے بعد یہ ہدایت فرما دی ہے کہ کھانے اور پینے میں بے جا خرچ کرنا ہرگز نہ چاہیئے۔ اس آیت میں اسراف سے منع

(باقی صفحہ [illegible])

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔